50

جنوبی ہندوستان شہر بنگلور کی اُفق سے طلوع ہونے والا پہلا دو لسانی حق وصداقت کا پاسبان

مدیر مسؤول:
سید معراج ربانی اثری مدنی
(صدر الحجاز اسلامک سینٹر فار دعوہ اینڈ ایجوکیشن بنگلور۔ انڈیا)

جمادی الآخر
رجب المرجب
1463ھ

April
May
2015

جس کی تحریریں صرف فہم سلف کی ہی نہیں، آبروئے زبان ووطن کی نگہبان بھی ہیں۔

فیصلہ کن آندھی

عاصفة الحزم

جسے اپنا کر زندگی نکھرتی ہے۔

صوفیوں کے مشائخ۔

نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

12 pages English

The Permissible Types of Backbiting.

Catching the Rak'ah of Congregational Prayer.

Desaigened by: Abuhakim Salafi

مركز الحجاز الإسلامي للدعوة والتعليم بمدينة بنغالور الهند
Al-Hijaz Islamic Center Bangalore IND
HIC

مضمون نگار کا ادارہ سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اداریہ

فیصلہ کن آندھی

کے بعد امید کی کرنیں

عبد السلام شکیل، راس تنورہ

26 مارچ 2015ء، جمعرات کی نصف شب سعودی عرب نے اپنے اتحادی ممالک کے ساتھ اچانک یمن کے حوثیوں پر طوفانی حملہ کر دیا۔ جس سے حوثی اور معزول صدر کے حامی بوکھلا اٹھے، اور پوری دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور اس آپریشن کو **"عاصفة الحزم"** فیصلہ کن آندھی کا نام دیا گیا۔ اور 27 دن میں ہی اپنے اہم مقاصد کی تکمیل کر کے 21 اپریل کی شام سے "امید کی بحالی" کے نام سے ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔

اس جنگ کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟ ایسے نازک حالات میں یہ جنگ کیوں چھیڑی گئی؟ اس کی حاجت وضرورت کیا تھی؟ اس بارے میں برصغیر کے عوام میں متضاد خیالات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اس بارے میں شکوک وشبہات پیش کرتے ہیں، اور بعض اندیشے وخدشات کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی تو اس کی حاجت وضرورت پر سوالیہ نشان اٹھاتا ہے، کوئی اسے ایک نئے فتنہ کا آغاز مانتا ہے، تو کوئی اسے محض ایک سیاسی جنگ تصور کرتا ہے، اور کوئی اس کے پیچھے امریکی دباؤ اور سازش ہونے کی وکالت کرتا ہے۔ غرضیکہ اس بابت لوگوں میں طرح طرح کے نظریات وخیالات پائے جاتے ہیں۔

ان سب کے پیچھے اصل راز یہ ہے کہ برصغیر کے بیشتر عوام مشرق وسطی کے حقیقی حالات سے ناواقف ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہاں کیا کچھ ہو رہا ہے، اور کیا کیا سازشیں رچی جا رہی ہیں؟ اس خطہ میں صہیونی وایرانی ناپاک عزائم کیا ہیں؟ یا پھر دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ سعودی عرب سے حسد وبغض کی بنا پر اس طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

البتہ اقوام عرب انصاف پسند طبقے نے اس جنگ کا پرجوش خیر مقدم کیا ہے، اور اس عظیم اقدام پر خوشی وفخر کا اظہار کیا ہے۔ اور اسے اہل سنت کے لئے عزت وسربلندی کا سبب جانا ہے۔ کیونکہ انہیں اس خطہ کی حالات کا اچھی طرح فہم وادراک ہے۔ وہ جانتے ہیں

کہ اس علاقے میں ایرانی وصہیونی عزائم کیا ہیں۔

چنانچہ یہ جنگ یوں ہی نہیں چھیڑی گئی ہے، اورنہ ہی سعودی عرب کو جنگوں کا کوئی شوق ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کی یہ جنگ ان پر مسلط کی گئی ہے، جنگ کا نقارہ ان کے سر پر پیٹا گیا ہے، ان کے پیٹھ میں خنجر گھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔اور جب برسوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور پانی سر سے اوپر چڑھ گیا، تب یہ اپنی جان ومال، ایمان وعقیدے، اور ملک ووطن کی حفاظت اور دفاع کے لئے میدان کارزار میں اترے ہیں۔

لہذا اس جنگ کے اغراض ومقاصد اور اسباب ونتائج کو سمجھنے کے لئے مشرق وسطی کے حالات کو بڑی گیرائی وگہرائی سے سمجھنا ہو گا، اسے علاقائی وعالمی پس منظر میں دیکھنا ہو گا، تب بات سمجھ میں آئے گی، ورنہ ہوا میں تیر چلانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ ذیل کی سطور میں انہیں امور کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ لوگوں میں پھیلی غلط فہمیاں دور ہوں، اور حق بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!

یمن کی دینی وسیاسی حیثیت:

ملک یمن دینی، سیاسی، جغرافیائی، اور تجارتی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل خالص عربی واسلامی ملک ہے۔ جنوب مغربی ایشیا میں سعودی عرب اور سلطنت عمان کے درمیان واقع ہے۔ اور خلیج عدن کے راستے بحر احمر کو بحر ہند سے ملانے والی دنیا کی اہم ترین آبنائے "باب المندب" اسی کے زیر نگرانی ہے، جو ایشیا، یورپ، شمالی افریقہ کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے، خلیج کا بیشتر پٹرول اسی راستے سے مغربی دنیا میں جاتا ہے، اور روزانہ یہاں سے سینکڑوں تجارتی جہاز گذرتے ہیں۔

یمن کے شمال میں سعودی عرب کا 1458 کلو میٹر پر پھیلا ہوا وسیع وعریض سرحد ہے۔ جبکہ مشرق میں عمان کے ساتھ تقریبا 288 کلو میٹر پر مشتمل اس کے حدود ملتے ہیں۔ جنوب میں بحر احمر اور مغرب میں بحر عرب ہے، اور 2500 کلو میٹر کی اس کی طویل وعریض سمندری ساحلیں اسے مزید اہمیت کا حامل بناتی ہیں۔

یمن کی کل آبادی تقریبا 27 ملین ہے، جس میں اہل سنت کی تعداد (70) فیصد ہے، اور (25) فیصد معتدل زیدی ہیں، جو اہل سنت سے بے حد قریب ہیں، اور (2) فیصد جارودی ہیں، جو مذہب امامی اثنی عشری سے قریب ہیں، اور آج کل یہی حوثی کہلاتے ہیں، بقیہ (3) فیصد دوسرے مذاہب کے پیروکار ہیں۔

یمن اور اہل یمن کی قرآن وسنت میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ان کے فضائل میں سے ہے کہ اللہ تعالی ان سے محبت کرتا ہے ،اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اہلِ یمن بڑے نرم دل، پاک طینت، لوگوں میں سب سے بہتر اور دین میں فوج در فوج داخل ہونے والے ہیں، ان کے اعمال دوسروں کے اعمال سے افضل اور حوض کوثر پر سب سے پہلے سیرابی حاصل کرنے والے یہی لوگ ہوں گے، یہ اہل شریعت، امانت اور اصحاب برکت ہیں، فتنوں کے دور میں اللہ کا لشکر ہیں، ایمان یمانی، اور فقہ وحکمت بھی یمانی ہے۔

یمن جزیرہ عرب کی اصل وبنیاد ہے، قدیم قبائلِ عرب کا مرکز ہے، یمن کی سلامتی عرب ممالک کی سلامتی کی ضمانت ہے، یمن دار الفقہ والایمان ہے، جائے سکون ووقار ہے، مجد وعروبت کی شان ہے، یہاں بہت سارے علماء، فقہاء اور ادباء پیدا ہوئے۔ قرب قیامت یمن کے شہر عدن سے ایک بڑی نشانی "آگ" کی شکل میں ظاہر ہوگی، جو لوگوں کو ہانک کر میدان محشر میں جمع کرے گی۔ ملکہ سبا، سیل العرم، ہاتھی والے ابرہہ، قبیلہ جرہم اور سد مآرب کی معروف داستانیں یمن سے ہی مربوط ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

حوثیوں کا مختصر تعارف:

(90)نوے عیسوی کی دہائی کے آغاز میں حوثی تحریک ضلع "صعدہ" یمن میں ظاہر ہوئی۔ ابتدا میں اس تنظیم کا نام "الشباب المؤمن" رکھا گیا۔ بعد میں چل کر یہ "انصار اللہ" اور "حوثی" کے نام سے مشہور ہوئی، اس تحریک کا بانی بدر الدین حوثی نامی شخص ہے۔ بعد میں اس کے بیٹے حسین بدر الدین حوثی کو اس تنظیم کا رہنما بنایا گیا۔ آغاز میں فکری لحاظ سے اس جماعت کی سرگرمی مذہب زیدی کی تعلیم وتبلیغ اور نشرواشاعت تھی۔ جو بعد میں عسکری تربیت اور فوجی مشقوں میں تبدیل ہوگئی۔

1990ء میں جب یمن متحد ہوا، اور متعدد پارٹیاں معرض وجود میں آئیں، تو فرقہ زیدیہ کی نمائندگی کے لئے پارلیمنٹ میں اس تنظیم کی بھی ایک سیٹ متعین ہوئی۔ اسی دوران علماء زیدیہ اور بدر الدین حوثی کے مابین شدید اختلاف ہوا، جس کی اصل بانی تحریک کے مخالف ومنفرد آراء وافکار تھے۔ جیسے کہ اس کا اکثر رجحان مذہب اثنی عشری کی طرف ہونا، اور اس کے عقائد ونظریات کی حمایت ودفاع کرنا ۔لہذا زیدی علماء نے حوثی اور اس کے افکار سے براءت کا اظہار کر دیا۔ مجبورا حوثی ملک چھوڑ کر ایران چلا گیا، حکومت ایران کو اپنے ایجنڈوں کی تکمیل کے لئے مفت ایک مہرہ مل گیا، لہذا اس کی خوب پذیرائی کی گئی، اور چند سالوں تک دوران قیام اس کے رافضی وانقلابی عقائد میں مزید پختگی آئی، حتی کہ ان کا مکمل حامی وناصر بن گیا۔

2002ء میں جب بدر الدین حوثی یمن واپس ہوا، تو انہیں صفوی عقائد و نظریات کی تبلیغ میں لگ گیا۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا، انہیں کافر کہنا، خمس کی ادائیگی کو واجب قرار دینا، وغیرہ وغیرہ۔ اور ساتھ ہی ساتھ ضلع صعدہ کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے انہیں "قم" اور "نجف" کے دینی شیعی درسگاہوں میں بھیجنے لگا۔ جہاں صفوی ملاؤں کے ذریعہ ان کی مکمل تربیت اور ذہن سازی کی جاتی رہی، حتی کہ ان کے دل و دماغ میں یہ رچ بس گیا کہ ولایت فقیہ کے تابع ہوئے بغیر دنیا میں کوئی حکومت معتبر نہ ہو گی۔ اور اسی انقلابی فکر کے ساتھ صعدہ کے یہ نوجوان اپنے وطن واپس آئے۔

جہاں تک ان حوثیوں کے عقائد و نظریات کی بات ہے تو وہ بعینہ رافضی شیعوں کی طرح ہیں، یہ لوگ فرقہ جارودیہ سے زیادہ قریب ہیں۔ صحابہ کرام پر لعن طعن کرنا، انہیں کافر قرار دینا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حقدار ماننا، شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما) کو برا بھلا اور کافر کہنا، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، قرآن کو ناقص و مفسد قرار دینا، احادیث نبویہ، عذاب قبر اور صفات الٰہی کا انکار کرنا، وغیرہ ان کے جملہ فاسد عقائد میں سے ہے۔

اہل سنت اور بالخصوص سعودی علماء سے ان کی دشمنی بالکل واضح ہے، تنظیم کے مؤسس بدر الدین ہالک نے سعودی علماء اور سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے فتووں کے رد میں مستقل کتاب لکھی۔ جس کا نام "الایجاز فی الرد علی فتاوی الحجاز و علی ابن باز" رکھا۔ مزید عقائد و نظریات کی وضاحت اس نے اپنی کتاب "ارشاد الطالب" میں کی ہے، مگر ایمانی غیرت ان کے ناپاک عقائد اور صحابہ کرام سے متعلق ان کے نازیبا کلمات کو یہاں نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

ادھر یہ تنظیم انہیں رافضی عقائد پر پنپتی رہی، اور انقلابی جذبات و نظریات کے ساتھ حکومتِ وقت کے خلاف نعرہ بغاوت بلند کرتی رہی، جس کے نتیجے میں حکومت اور ان کے درمیان متعدد جنگیں ہوئیں۔ جس میں ہزاروں بے قصور جانیں گئیں، اہل یمن کا عظیم جانی و مالی نقصان ہوا۔ ان تمام جنگوں میں سعودی عرب نے حکومت کا ساتھ دیا۔ چنانچہ اس جماعت کے بارے میں یہ سوچنا کہ محض ایک سیاسی جماعت ہے، بہت بڑی بھول ہے، اور امت مسلمہ کو گمراہی میں ڈالنا ہے۔ اس وقت ان کا قائد عبد الملک حوثی ہے، جو حزب اللہ (لبنان) کی طرح یمن کو بھی ایرانی مزاعم کی تکمیل کے لئے ایک مضبوط اڈہ بنانا چاہتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کی یمن کے اقتصادی و اجتماعی ابتر حالات اور ایران کی مالی، عسکری و تعلیمی امداد نے اس تنظیم کو ملک میں ابھرنے کے لئے بہترین موقع فراہم کیا۔ مزید اس تنظیم نے جاہل عوام کی ہمدردی بٹورنے کے لئے پر فریب نعروں کا سہارا لیا۔

جیسے امریکہ مردآباد، اسرئیل پر لعنت، اسلام زندآباد، ملک سے غربت وفساد کا خاتمہ وغیرہ، جو عوام میں ان کی مقبولیت کے لئے بے حد کارگر ثابت ہوئے۔

اور دھیرے دھیرے حالت یہ ہوگئی کہ سابق صدر علی عبد اللہ صالح کی معزولی کے بعد یہ لوگ ملک کے بیشتر حصوں پر قابض ہوگئے، اور پورا یمن ان کی وحشیانہ مظالم سے کراہنے لگا۔ اور دنیائے عرب سے مدد کی فریاد کرنے لگا۔ جس کے نتیجہ میں سعودیہ کی قیادت میں عرب ممالک کو ان پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور پھر موجودہ جنگی حالات سامنے آئے۔

مشرق وسطی میں ایران کے ناپاک عزائم:

اصل کہانی کی شروعات یہاں سے ہوتی ہے، آغازِ داستاں ایک ایسے ملحد ملک سے ہوتا ہے جس نے دین کے خلاف جنگ کرکے اسے کلیساؤں اور چرچوں تک محصور کر دیا۔ ہاں ملک فرانس سے، جب 1978ء میں فرانسیسی جہاز ایک "دینی شخصیت" کو لے کر ایران کی جانب محوِ پرواز ہوا، مقصد تھا کہ یہ شخصیت مستقبل میں چل کر خطہ کا پائیدار دینی رمز ونشاں بن جائے، عالم اسلام کو متزلزل کرنے کا مضبوط ذریعہ بن جائے۔

ہوا بھی یوں؛ کہ فرانس کی مبارک بادی سے حکومتِ شاہِ ایران کے خلاف خمینی انقلاب رونما ہوا، صدیوں کی شہنشاہی حکومت کا زوال ہوا، "ولایت فقیہ" کی "اسلامی" جمہوریت وجود میں آئی، جس کا مطلب تھا کہ مزعوم "امام غائب" کا کردار "ولی فقیہ" کے ذمہ ہوگا، جس کی اطاعت واجب اور مخالفت حرام ہوگی۔ جبکہ اس انقلاب سے قبل ہی ملک شام میں سوچی سمجھی سازش کے تحت حافظ اسد (نصیری) کو وہاں کی سنی اکثریت پر مسلط کیا جاچکا تھا۔

مرورِ ایام کے ساتھ خمینی حکومت مستحکم ہوتی گئی، اور اپنے انقلابی نظریات اور سازشی افکار ملک سے باہر ایکسپورٹ کرنے لگی، جس کا واضح مقصد تھا پوری دنیا خصوصا عالم اسلام میں میں رافضیت کا بول بالا ہو۔ اور علاقے سے سنی حکمرانوں کا خاتمہ کرکے ان کے بدلے ایرانی سلطنت نواز حکمراں لائے جائیں، تاکہ ایرانی ناپاک ایجنڈوں کی تکمیل اور فارسی کسروی سلطنت کی واپسی کا خواب پورا ہوسکے۔

اسی سازش کے نتیجہ میں بعض عرب ممالک کی شیعہ اقلیتوں سے اپوزیشن کے نام پر سیاسی جماعتیں بنائی گئیں، جیسے عراق میں حزب دعوت اسلامی اور تحریک امل، لبنان میں حزب اللہ، بحرین میں اسلامک لبریشن فرنٹ اور جمعیۃ الوفاق، اور بعد میں یمن میں حوثی رافضی تحریک۔ یہ جماعتیں "قم" کے ملاؤں کے احکام پر خطہ میں ایجنٹ کا کام کرنے لگیں، اور ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کی

ہمدردی پانے کے لئے امریکہ اور اسرائیل سے دشمنی کا ڈھونگ بھی رچنے لگیں۔ ادھر خمینی حکومت اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل کے لئے یہود ونصاریٰ کے سانٹھ گانٹھ سے ان جماعتوں کی مسلسل مالی وعسکری تائید کرتی رہی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ تنظیمیں اپنی حکومتوں کے جڑوں پر قابض ہو گئیں، اور اس طرح پورے خطہ عرب خاص کر سعودی عرب اور خلیجی ممالک کے لئے چوطرفہ خطرہ بن گئیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صدام حسین کی قیادت میں عراق کی سنی حکومت ایران کے مذموم عزائم کی راہ میں ایک بڑی ڈھال تھی، مگر مغربی، صہیونی وایرانی سازش، اور خود صدام کی پے درپے غلطیوں نے عراق کا نہ صرف ستیاناس کر دیا، بلکہ اس عظیم طاقتور ملک کو سنیوں سے چھین کر رافضیت کے حوالہ کر دیا گیا۔

پھر گذشتہ سالوں میں جب بعض عرب حکومتوں کے خلاف عوامی انقلاب شروع ہوا، اور تونس، لیبیا اور مصر ہوتے ہوئے شام وعراق پہونچا، تو وہاں کی شیعہ حکومتوں نے ایران کی شہ اور مدد سے سنی عوام پر جو مظالم ڈھائے ہیں، اور جس طرح ان کا قتل عام کیا ہے، عصر حاضر کی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ ایرانی حکومت پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان ملکوں پر قبضہ جما چکی ہے، اور انسانیت سوز جرائم میں پیش پیش ہے، اس کی بربریت ووحشیت کا کھیل تماشا تاہنوز جاری ہے۔ جبکہ عرب کے علاقہ احواز اور امارات کے تین جزیروں پر برسوں سے جاری ایرانی ناجائز قبضہ اب تک اسی حال پر برقرار ہے، اور احوازیوں پر ایرانی مظالم کی داستان بے حد کربناک ہے، اور یہ وہ عربی وسنی مسائل ہیں جسے اکثر لوگ جانتے ہی نہیں۔ اور نہ ہی ان کے لئے علاقائی وعالمی میڈیا میں کوئی جگہ ہے، بلکہ اکثر انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

اور اب تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ ایرانی حکومت اپنے ناپاک عزائم کا برملا اظہار کرنے لگی ہے، آئے دن دھمکی آمیز بیانات آتے رہتے ہیں، کبھی بیان آتا ہے کہ چار عرب ممالک پوری طرح ایران کے قبضے میں ہیں، اور مزید دوسرے ممالک کی جانب رخ کرنے والے ہیں۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم ہزاروں سال سے کھوئی ہوئی "کسروی امپائر" دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں، جس کا پایہ تخت بغداد ہوگا۔ لہذا اس خطرہ کا سدباب عربوں کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

یمن میں فوجی آپریشن کی ضرورت:

انہیں شیعہ جماعتوں میں سے ایک یمن کی حوثی جماعت بھی ہے، جس کا مختصر تعارف اوپر گذر چکا ہے۔ اور جس نے ایران کی شہ ومدد

سے چند سالوں سے ملک میں اس قدر فتنہ وفساد مچا رکھا ہے، کہ اللہ کی پناہ! کتنی مسجدیں جلاڈالیں، کتنے گھر وعلاقے تباہ کر ڈالے، سنیوں کو توپوں اور ٹینکوں سے نشانہ بنایا، ملک کو دہشت گردی اور فرقہ پرستی کی آگ میں جھونک دیا، اور دن دہاڑے یمن کو چرا کر ایرانی مجوسیوں کے حوالہ کرنے کا مکمل پلان بناڈالا۔ اور نعوذ باللہ ان کے ناپاک عزائم حرمین شریفین کو بھی اپنی زد میں لینے والے تھے۔

جبکہ سعودی حکومت خود کئی برسوں سے ان کی شر انگیزی اور دراندازی سے پریشان ہے، سرحد پار ہتھیاروں کی اسمگلنگ، نشہ آور اشیاء کی برآمدگی اور متعدد دہشت گردانہ کاروائیوں کے پیچھے اسی تنظیم کا ہاتھ ہے، جس سے سعودیہ کی امن وسلامتی کو برابر خطرہ لاحق ہے۔ اور نومبر 2009ء میں بات یہاں تک پہونچ گئی کہ سعودی عرب ان سے جنگ کرنے کی ضرورت پیش آگئی، جب اس تنظیم کے جنگجو سرحد پار کر کے سعودی حدود میں گھس آئے، بعض علاقوں اور چوکیوں پر ناجائز قبضہ کر لیا، لہذا سعودی عرب کو ان کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی، بالآخر دو مہینے کی مسلسل جنگ کے بعد ان کا قلع قمع کیا گیا، 1500 سے زائد ان کے دہشت گرد مارے گئے، سعودی فوج کے چند نوجوان بھی شہید ہوئے، بالآخر ان کے خبیث رہنمانے ہار تسلیم کی اور جنگ بندی کا اعلان کیا، لیکن اس کے بعد بھی ان کی جارحیت اور سازش ختم نہ ہوئی۔

اور 2011ء کے یمن میں عوامی انقلاب کے بعد یہ باغی تنظیم ملک اور خطہ کی سالمیت کے لئے مزید خطرہ بن گئی، لہذا جب خلیجی ممالک کی پیش رفت سے سابق صدر علی عبد اللہ صالح کی جگہ ہادی منصور کو ملک کا نیا صدر بنایا گیا، تو کچھ دنوں بعد ہی غدار حوثیوں نے معزول صدر سے معاہدہ کرلیا، اور تمام عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نئے صدر کو جبرا برخواست کر دیا، اور یمن کے دار السلطنت صنعاء پر قابض ہوگئے، اور دیکھتے دیکھتے ملک کے دوسرے حصے بھی ان کے زیر اثر ہوگئے، ملک عظیم سیاسی، معاشی اور سلامتی بحران میں مبتلا ہو گیا، ان تمام امور میں ان کو ایرانی حکومت کی مکمل پشت پناہی حاصل رہی، اس کا مالی وفوجی تعاون برابر ان کے ساتھ رہا۔

اور جب نئے صدر ان ظالموں سے جان بچا کر جنوب میں واقع شہر عدن پہونچے، تو انہوں نے اپنے لاؤ لشکر سمیت وہاں تک ان کا پیچھا کیا۔ اور صدر کے حامیوں کے خلاف فوج کشی پر آمادہ ہوگئے، بالآخر جنگ سے ایک دن قبل سعودی عرب نے انہیں کسی طرح بچا کر بسلامت ریاض پہونچایا، اور ان ایام میں وہ ریاض سے ہی صدارتی اعمال انجام دے رہے ہیں۔

اور علی عبد اللہ صالح وہی معزول صدر ہے جس پر سعودی عرب کے بڑے احسانات ہیں، حوثیوں کے ساتھ سبھی جنگوں میں سعودیہ نے اس کا ساتھ دیا، اور آخری عوامی انقلاب کے موقع پر جب یہ شخص خود کش حملہ کا شکار ہوا، اور زندگی وموت کی کشمکش سے گذرنے لگا، تو سعودی عرب نے بطور شاہی مہمان ریاض میں اس کا استقبال کیا، اور اچھی طرح علاج معالجہ کروایا، شفایابی کے بعد اس نے خلیجی معاہدے پر دستخط کئے۔ لیکن وطن واپسی کے بعد یہ شخص آستین کا سانپ کا نکلا، اور اپنی خباثت کا اظہار اس انداز میں کیا کہ انہیں حوثیوں سے ہاتھ ملالیا جنہوں نے اسے پایہ تخت سے گرایا تھا، اور سعودی عرب کو ہی ڈسنے کا پورا پلان بنالیا۔ اور ایران نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا، جہاز اور کشتیوں کے ذریعے حوثیوں کو خوب اسلحہ وبارود سپلائی کیا۔ اور خطرات کے بادل یمن اور خلیجی ممالک پر منڈلانے لگے۔

ان پر آشوب حالات میں ایرانی نفوذ کی رفتار کو روکنا بے حد ضروری تھا، جو لبنان، شام وعراق کے بعد یمن کو اپنی زد میں لیکر سرزمین حرمین کے لئے خطرہ بننے والا تھا۔ اور اس حالیہ مصیبت میں اہل یمن کی مدد کرنا، اور انہیں حوثیوں کے خونی پنجوں سے آزاد کرانا بھی لازم تھا، اور یہ ذمہ داری دراصل عربوں کی تھی۔ کیوں کہ یمن جزیرہ عرب کا ایک بنیادی حصہ ہے، سعودی عرب اور خلیجی ممالک کا اہم پڑوسی ہے، ہزاروں برس سے ان کے باہمی گہرے تعلقات ہیں، آپسی قدیم تاریخی خاندانی روابط ہیں، خاص کر سعودی عرب نے ہر موڑ پر یمن اور اہل یمن کی مدد کی ہے، ہمیشہ ہر مصیبت میں ان کا ساتھ دیا ہے، یمن کی تعمیر وترقی کے لئے اربوں کھربوں ریال کا مالی وعسکری تعاون پیش کیا ہے، لاکھوں کی تعداد میں یمنی سعودی اور خلیجی ممالک میں برسر روزگار ہیں۔ غرضیکہ دونوں ملکوں کے بیچ ایسا قدیم گہرا رشتہ ہے، جسے ختم کیا جانا کسی صورت ممکن نہیں۔

ادھر اس بحران سے نجات پانے کے لئے یمنی صدر اور عوام نے عرب ممالک سے مدد کی درخواست بھی کی، خصوصا سعودی عرب سے کہ خطے میں اس کا ایک بلند مقام ہے۔ دینی، سیاسی اور اقتصادی وزن ہے۔ اور شاہ سلمان جو چند ایام قبل ملک کے نئے بادشاہ بنے ہیں، کافی دیندار اور تجربہ کار ہیں، حامل علم وادب اور صاحب بصیرت وبصارت ہیں، حکمت ودانائی سے بہرہ ور ہیں، خطہ کی تاریخ ونزاکت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لہذا انہوں نے آنے والے فارسی خطرہ کو بروقت بھانپ لیا، اور یمن واہل یمن کی مدد کو دینی فریضہ سمجھا، اور 10 عرب واسلامی ممالک کے اتحاد سے 26 مارچ 2015ء جمعرات کی نصف شب ان ظالم حوثیوں کے ٹھکانوں پر اچانک طوفانی حملہ کردیا، اور ان کی دفاعی وفضائی طاقت کو تباہ کرڈالا۔ جس سے یہ اور ان کے اتحادی حیران وششدر رہ گئے، ایران بوکھلا اٹھا، مغربی ممالک چونک

پڑے، امریکہ کہنے لگا کہ ہمیں تو حملے سے صرف چند گھڑی قبل اس کی خبر ملی، اور نہ ہی اس بار ہم سے کوئی مدد طلب کی گئی، پھر بھی ہم معلوماتی و تکنیکی مدد کے لئے تیار ہیں۔ دراصل اس طرح کے اقدام کا کسی کو کوئی اندازہ نہ تھا۔

اس بیچ جہاں تک امریکہ اور مغربی ممالک کا حال ہے، تو وہ بظاہر عربوں کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں، لیکن خفیہ طور پر ایران کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں برابر کے شریک رہتے ہیں۔ نفاق اور دورخی پالیسی کوئی ان گوروں سے سیکھے! لاکھوں مسلمانوں کے جان کی انہیں کوئی پرواہ نہیں، لیکن ان کا ایک کتا بھی مر جائے تو پوری دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ ایک طرف ایران سے عداوت کا اظہار، دوسری طرف اسی سے نیوکلیر ڈیل بھی کرتے ہیں۔ سنی جماعتیں اپنی جان، مال اور عزت کی دفاع کریں تو دہشت گرد، اور شیعہ تنظیمیں مسلح ہو کر میدان میں لڑیں، قتل و خونریزی کا ننگا ناچ ناچیں، پھر بھی ان کا شمار حزب اختلاف کے زمرے میں ہوتا ہے، اور ان سے بات چیت کے ذریعہ ہی مسئلہ کا حل سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہے مغربی نظام عدل وانصاف!

بعینہ اسی طرح ایران بھی اسرائیل وامریکہ سے دشمنی کا ڈھونگ کرتا ہے، اور اندر سے انہیں کے ساتھ خفیہ معاہدات بھی۔ مظلوموں کے حقوق و ہمدردی کی بات کرتا ہے، اور خود اس کی اپنی ہی سرزمین پر 17 فیصد سنی عوام مظلومیت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، ایرانی پارلیمنٹ میں ان کی کوئی نمائندگی نہیں، انسانیت کے ادنی حقوق سے بھی محروم ہیں، اور پھر لبنان، عراق، شام و یمن میں ان کی قتل وغارت گری اور عرب ملکوں میں ان کی شر انگیزی کون نہیں جانتا! اور اس آپریشن سے سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ اسی ایران اور اس کے مہروں خاص کر حزب اللہ کو ہوئی ہے، کیونکہ اس طوفان نے ان کے ناپاک عزائم کو ملیامیٹ کر دیا، اسی لئے آئے روز ان کی تلملاہٹ اور چیخ وپکار سننے کو ملتے ہیں، کبھی گالی گلوج کی شکل میں، کبھی دھمکی و تخویف کی صورت میں، اور کبھی امن وجنگ بندی کے مطالبہ کی شکل میں، لیکن شام و عراق میں ان کی چیخ وپکار نہ جانے کہاں دب جاتی ہے!! فی الحال اس تلملاہٹ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک کہ اس طوفانی آپریشن کے اغراض ومقاصد پورے نہ ہو جائیں۔

البتہ اس آپریشن میں خوش آئندبات یہ ہے کہ سعودی عرب کی قیادت میں دس عرب واسلامی ممالک کا اتحاد قائم ہوا، جو اپنی نوعیت کا پہلا اتحاد ہے، پاکستان روز اول سے اس اتحاد کا عضو تھا، لیکن بعد میں متعدد سیاسی پارٹیوں کے شدید باہمی اختلاف اور رفض و تشیع سے مغلوب میڈیا کے پروپیگنڈوں نے پارلیمنٹ کو یہ فیصلہ لینے پر آمادہ کر دیا کہ وہ اس جنگ میں عدم مشارکت کے ساتھ غیر جانبدار رہے گا۔ اور عین مصیبت کے وقت برسوں کے دوست، حلیف اور اس کے بے شمار احسانات کو بھول گیا۔

اس فیصلہ سے خلیجی ممالک کو بڑی مایوسی ہوئی، عرب عوام نے شدید رد عمل کا اظہار کیا، جس کا فائدہ بطور رد عمل یہ ہوا کہ ان کے اس ایمان ویقین میں استحکام پیدا ہوا کہ فتح ونصرت صرف اللہ کے پاس ہے، اور ان کے دلوں میں دین ووطن کی خدمت، حفاظت اور دفاع کا جذبہ بیدار ہوا، اور جگہ جگہ سے یہ مطالبات آنے لگے کہ سعودی شباب میں خود اعتمادی پیدا کی جائے، فوج میں ان کی بھرتی کو ضروری قرار دیا جائے، کسی غیر پر اعتماد کے بجائے اپنی طاقتور فوج بنائی جائے، کیونکہ ملک کی حفاظت اس کے نوجوان باشندے ہی کر سکتے ہیں۔

اور بین الاقوامی سطح پر بھی اس اتحاد کو ایک بڑی کامیابی یہ ملی کہ سیکورٹی کونسل میں خلیجی قراداد کو بالاتفاق منظوری مل گئی، اس بار روس نے قرارداد کے خلاف حق ویٹو استعمال نہیں کیا، اس قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ حوثیوں کو ہتھیار ڈال کر مذاکرات کے لئے مجبور کیا جائے، معزول صدر، اس کے بیٹے، عبد الملک حوثی اور بعض دیگر قائدین پر سفر کی پابندی عائد کی جائے، اور ان کے اموال واثاثے منجمد کئے جائیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس قرارداد کے آثار ونتائج فی الحال زمینی سطح پر گرچہ دکھائی نہ دیں، البتہ یہ عربوں کی برسوں بعد بہت بڑی سفارتی جیت ہے، جس سے اتحادی افواج کے حوصلے بلند ہوں گے، اور تجزیہ نگاروں کی مانیں تو یہ منظوری "عاصفۃ الحزم" کے لئے قانونی اجازت کے مترادف ہے۔

یہ آپریشن 26 مارچ کو شروع ہوا، اور 27 دن میں ہی اپنے اہم مقاصد کو پورا کر لیا، اور 21 اپریل کی شام سے "امید کی بحالی" کے نام سے ایک نئے مرحلے کا آغاز ہوا، ٹھوس حکمت عملی کے ساتھ سیاسی بات چیت، انسانی امدادات کی فراہمی اور بین الاقوامی جنگی ضابطوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اتحادی افواج کے فضائی حملوں کا سلسلہ جاری ہے، اب تک اللہ کے فضل سے باغیوں کے بیشتر عسکری اڈوں اور فضائی ودفاعی نظام کو تباہ کیا جا چکا ہے، ادہر قبائلی مزاحمت کاروں اور صدر رہادی کے حامیوں کی زمینی پیش قدمی بھی رواں ہے، اور جب تک یہ باغی اپنے ہتھیار ڈال کر حکومت سے مذاکرات کے لئے تیار نہ ہو جائیں گے، یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔

اور اس دوران کچھ ایسے حقائق سامنے آئے ہیں، جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان حوثی وحشیوں کے منصوبے کتنے ناپاک تھے، اور حزب اللات کے خفیہ عناصر کس طرح اس انقلابی سازش کو رچنے میں پیش پیش تھے، اور ایران کس طرح سے ان کی ریل پیل عسکری مدد کر تا رہا ہے، وسیع پیمانے پر مہلک ہتھیاروں کے ذخائر، کثیر تعداد میں بڑے بڑے فوجی ٹریننگ کیمپس، غریب ولاچار بچوں کا جنگی جرائم کے لئے استحصال، اور اریتریا میں اسرائیل وایران کے تعاون سے ان کے گئے تربیت گاہ کا قیام، انقلاب کے بعد طہران وصنعاء کے درمیان روزانہ اسلحوں اور فوجی افسروں سے بھری متعدد پروازیں، بیلسٹک میزائلوں کا رخ مقدس سرزمین حرمین کی طرف کرنا،

سعودی عرب کے جنوبی سرحد پر بارودوں سے بھری سرنگیں بنانا، دوران جنگ رہائشی عمارتوں، عام یمنی شہریوں اور انسانی وطبی امداد کے قافلوں پر اندھادھند گولہ باری، مدرسوں، اسپتالوں اور تفریح گاہوں کو فوجی چھاؤنی اور ہتھیاروں کے مخزن میں تبدیل کرنا، وغیرہ وغیرہ

بالآخر یہ سارے مذکورہ بالا امور کس بات پر دلالت کرتے ہیں؟ کیا یہ حوثی شام وعراق کی طرح یمن کو بھی جہنم بنانا چاہتے تھے؟ اور کیا ان کے پڑوس میں سعودیوں کے علاوہ کوئی اور بھی رہتے بستے ہیں؟ اور کیا یہ اسی وحشیانہ انداز میں یمن کی تعمیر وترقی کرنا چاہتے تھے؟ واللہ اگر بروقت یہ فیصلہ کن طوفان نہ آیا ہوتا، تو اللہ جانے یمن اور اس خطہ کا کیا حال ہوتا!!

الحمد للہ سارے عرب ممالک اور دنیا کے اکثر اہل سنت اس جنگ کے حق میں ہیں، سوائے چند احمقوں کو چھوڑ کر جو ایسے موقعوں پر بھی حسد اور لاعلمی کی بنیاد پر جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ امت کا مفاد ذاتی مفادات پر مقدم ہونا چاہئے۔ اور صد افسوس یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عصر حاضر میں اسلامیت، تحریکیت اور خلافت کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

عالمی ورافضی میڈیا کے بیشتر ذرائع دن رات حقیقت کو مسخ کرنے میں لگے ہیں، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، اور اس جنگ کے بارے میں طرح طرح کے پروپگنڈے پھیلا کر ہمارے بیچ اختلاف اور ہماری طاقت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ پس ہمیں ان پروپیگنڈوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، بلکہ کھل کر اس جنگ میں عرب واسلامی اتحاد کا ساتھ دینا چاہئے، کیونکہ یہ محض کوئی سیاسی جنگ نہیں، بلکہ یہ توحید وسنت کی بقا کے لئے جنگ ہے، سرزمین حرمین کی حفاظت کے لئے جنگ ہے، عرب ممالک کی سلامتی کے لئے جنگ ہے، مجوسی فتنہ کے سدباب کے لئے جنگ ہے، اہل سنت کی عزت وسربلندی کے لئے جنگ ہے، یہ جنگ یمن کے خلاف نہیں بلکہ اہل یمن کی تائید اور حمایت کے لئے جنگ ہے۔ حوثی باغیوں کی سرکوبی کے لئے جنگ ہے، مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کی خاطر جنگ ہے، اس میں دشمنانِ اسلام کے لئے اپنی قوت وطاقت کا خفیہ پیغام بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اغراض ومقاصد ہیں۔

ہمیں کبر وغرور سے بچتے ہوئے فتح ونصرت کے لئے اللہ سے بکثرت دعا والتجا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالی امت مسلمہ کو ان مجوسی فتنوں سے نجات دلائے، اور اس ایمان وعقیدہ کی جنگ میں سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں کو فتح مبین عطا فرمائے، تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کے پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی توفیق بخشے، اور عالم اسلام کا ایک عظیم الشان اتحاد وجود میں آئے۔ آمین۔

انوارالقــرآن

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

"مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"

"(لوگو) محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے"۔(سورۃ الأحزاب 40)

تشریح:

(خاتم) مُہر کو کہتے ہیں اور مُہر آخری عمل ہی کو کہا جاتا ہے، یعنی آپ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ کے بعد جو بھی نبوت و رسالت کا دعوی کرے گا وہ نبی نہیں کذاب و دجال ہو گا، احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر کوئی امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے قریب عیسی علیہ السلام کا نزول ہو گا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ متنبی قادیان کے پیروکار اسی آیت سے جو ختم نبوت کے مفہوم میں واضح ہے اجرائے نبوت کا مفہوم کشید کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی

جھوٹی نبوت کا اثبات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ڈاک خانے سے مہر لگ لگ کر خطوط جاری ہوتے ہیں اسی طرح نبی ﷺ کی مہر سے نبوت عطا ہوتی ہے۔ آپ کی مہر کے بغیر کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ اول تو یہ معنی عربی زبان و لغت کے خلاف ہے۔ عربی میں ختم یا خاتم کا لفظ آخری عمل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ختم الشیء کا مطلب چیز پر مہر لگانا نہیں، بلکہ شیء کا بالکل خاتمہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کے مہر کا کیا مطلب؟ وہ آخر کس طرح لگے گی؟ اور جس شخص پر لگے گی اس کا پتہ کس طرح چلے گا؟ جب تک ان دو باتوں کی وضاحت نہیں ہوتی یہ مفہوم بالکل بے معنی ہے۔ اس طرح ہر شخص نبوت کا دعوی کر سکتا ہے اور کر سکے گا، اس کے دعوے کو جانچنے پرکھنے کے لیے کوئی معیار اور کسوٹی نہیں ہو گی۔

ایک بات وہ یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین ختم نبوت کے لیے نص نہیں ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی بڑے محدث کو خاتم المحدثین، بڑے شاعر کو خاتم الشعراء کہا جاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی محدثین اور شعراء پیدا ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ مثال دیتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ قول اللہ کا ہے، اس نے پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین کہا ہے جو عالم ماکان و مایکون ہے۔ اور ایک انسانوں کا قول ہے جنہیں مستقبل کا کوئی علم نہیں، وہ اپنے بالکل ناقص اور نہایت محدود علم کے مطابق ایک بڑے محدث یا ایک بڑے شاعر کی بابت اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ اس جیسا محدث یا شاعر آئندہ پیدا نہ ہو گا، تو کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا ایسا ہی ہو گا؟ ظاہر بات ہے کہ انسانوں کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر مشیت الہی کے بارے میں رائے زنی کے تو وہ قطعاً مجاز ہی نہیں ہیں۔ اس لیے انسانوں کے کلام کو محض خوش گمانی یا خوش فہمی یا زیادہ سے زیادہ عقیدت و محبت یا غلو عقیدت یا مجاز ہی قرار دیا جائے گا۔ اسے اللہ کے فرمان سے کسی طرح بھی مشابہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

..:: * ::..

اللہ وحدہ لاشریک نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان تمام نعمتوں میں سے عظیم نعمت اسلام کی نعمت ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

"ان الدین عند اللہ الاسلام"

"یقیناً اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین (قابل قبول) ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔"(سورۂ آل عمران،:۱۹)

اللہ تعالیٰ کو دین اسلام اس لئے پسندیدہ ہے کہ اس کے اندر خالص توحید پائی جاتی ہے۔

توحید کی تعریف:

توحید، وحدیت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ایک جاننا، یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں ایک اور اکیلا ماننا۔

مفہوم یہ ہے کہ:

اللہ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بے مثال ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز ہے۔ اس نے سب کو پیدا کیا لیکن اس کو کسی نے وجود نہیں بخشا۔ حتیٰ کہ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ(1) اللَّهُ الصَّمَدُ(2) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ(3) وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ(4))(سورہ الاخلاص:1-4)

توحید کی اہمیت:

توحید ایسا عقیدہ ہے کہ دین اسلام کی تمام تعلیمات اس کے اطراف گردش کرتی ہیں، اور اسی کیلئے تخلیق انسانی عمل میں آئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون"۔(ای لیعبدون وحدہ)

" میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"(سورۂ الذاریات،:۵٦)

عقیدہ توحید دین اسلام کی امتیازی شان اور علامت ہے اور اسلام میں عقیدۂ توحید کی اہمیت اس بات کی بھی کھلی دلیل ہے کہ اسلام امن وسکون اور اتحاد واتفاق کا سب سے بڑا داعی ہے کیونکہ ایک توحید ہی عقیدۂ اسلامی کی روح ہے اور اتحاد واتفاق اور امن و سکون تبھی میسر ہو سکتا ہے جبکہ تمام انسانوں کا ایک عقیدہ و منہج اور ایک ہی معبود پر اتفاق ہو۔

اسلامی تعلیمات اور تقریباً تمام مسائل میں توحید کے مظاہر بالکل واضح ہیں، ارکان اسلام ہو یا ارکان ایمان، قرآن کریم کی آیات ہوں یا احادیث صحیحہ، سیرت نبوی، اسوہ صحابہ ہو، چاہے محدثین اور فقہاء کا علمی دور ہر مقام پر توحید کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ دنیا کے دوسرے مذہبوں کے عام وخاص کسی بھی مسئلے میں نہیں پائی جاتی۔

اسلامی ماحول میں جب بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو پیدائش بلکہ حمل ٹھہرنے اوراس سے پہلے نکاح مسنون اور مباشرت کے وقت کی دعا سے بھی توحید کی مکمل ترجمانی ہوتی ہے۔

الغرض توحید ہی اسلام ہے اور توحید کے منافی امور انسانیت کی تباہی کا سامان ہیں۔

اسی طرح انبیاء کرام کی بعثت کا مقام بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (تاکہ وہ لوگوں کو یہ دعوت دے) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اوراس کے سوا تمام معبودان باطلہ سے بچو۔" (سورۂ نحل:۳۶)

توحید کی بدولت انسان کے اندر خشیت الٰہی کا حقیقی تصور پیدا ہوتا ہے جس کے سبب وہ اپنی زندگی کا ہر پل اس تصور کے ساتھ گزارتا ہے کہ اس کے اوپر ایک ایسی ذات ہے جو ہر وقت اس کی نگرانی کر رہی ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

"تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" (متفق علیہ)

توحید کی فضیلت:

خلوص دل سے کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا جنت میں داخل ہو گا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی خلوص دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔" (السلسلۃ الصحیحۃ، مختصرۃ،۲۳۵۵)

کلمہ توحید کا اقرار کرنے والے پر جہنم حرام ہے:

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے معاذ! تو معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حاضر ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! معاذ نے پھر عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: جو صدق دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے

علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دیتے ہیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو لوگ صرف اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور نیک اعمال میں کوتاہی کریں گے) چنانچہ معاذ رضی اللہ عنہ نے (کتمان علم) کے گناہ سے بچنے کیلئے مرتے وقت یہ حدیث لوگوں سے بیان کر دی۔"

کلمہ توحید کا اقرار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنے گا:

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"روز قیامت اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک فرد کو الگ کرے گا اس کے گناہوں کے ننانوے (۹۹) رجسٹر کھول دیئے جائیں گے۔ ہر رجسٹر اتنا بڑا ہو گا جہاں انسان کی نگاہ پہنچتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے مخاطب ہو گا کہ کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟

وہ عرض کرے گا نہیں اے میرے پروردگار۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس اس کا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اے پروردگار۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے آج تجھ پر ظلم نہ ہو گا، پھر کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت لکھا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میزان کے پاس حاضر ہو جا۔ وہ عرض کرے گا اے اللہ! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں اس کاغذ کے ایک ٹکڑے کا کیا وزن ہو گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں وہ ننانوے (۹۹) رجسٹر رکھ دیئے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں کاغذ کا وہ ٹکڑا رکھ دیا جائے گا۔ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے ٹکڑے کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی چیز اللہ کے نام کے برابر نہیں ہو سکتی۔"

(ترمذی۔۲۶۳۹ے)(ابن ماجہ ۴۳۰۰ے)

توحید پر فوت ہونے والا جنت میں جائے گا:

معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"موت کے وقت جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔" (صحیح ابوداؤد)

اور اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے:

جو مسلمان مؤمن اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرتا تھا، تو اس کیلئے جنت واجب ہے۔"

(السلسلۃ الصحیحۃ ۲۶۵۴)

توحید کا اقرار کرنے والے روز قیامت نبی ﷺ کی شفاعت نصیب ہو گی:

حدیث میں آتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"روز قیامت میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا، جو صدق دل سے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کہے۔"(بخاری)

توحید کا اقرار کرنے والا بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کیا اور اس کے دل میں زرہ برابر بھی ایمان ہے وہ (اپنے گناہوں کی سزا پا کر بالآخر) دوزخ سے نکل آئے گا۔(بخاری)

☆توحید پر استقامت کا حکم اور چند نمونے:

عقیدۂ توحید اپنانے کے بعد ضروری ہے کہ اس عقیدے پر استقامت اختیار کی جائے یعنی اس پر مضبوطی سے قائم رہا جائے اور کسی بھی تکلیف، مصیبت، دشمن اور دھمکی وغیرہ کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے:" فاستقم كما امرت "استقامت اختیار کیجئے جیسے آپ کو حکم دیا گیا، محض زبانی دعوے سے نہیں بلکہ استقامت کا مظاہرہ کرنے کے بعد ہی جنت ملے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "یقینا جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ تو اہل جنت ہیں جو ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔"(سورۂ الاحقاف: ۱۳-۱۴)

جب فرعون کے جادو گروں نے اللہ پر ایمان لایا تو فرعون نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی، مگر وہ توحید کو نہیں چھوڑے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا: اے چچا! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں تب بھی اس کام (یعنی عقیدۂ توحید کی دعوت) کو نہیں چھوڑوں گا۔ حتیٰ کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں ہلاک ہو جاؤں۔

اس طرح ہادی اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن معیط آ گیا اس نے آتے ہی اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر نہایت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹنے لگا اتنے میں ابو بکر صدیق آ پہنچے اور انہوں نے اس کے دونوں کندھے پکڑ کر دھکا دیا اور اسے نبی ﷺ سے دور کرتے ہوئے فرمایا: "تم لوگ ایک آدمی کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔"

جب خلیفۂ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا، اس کے باوجود وہ توحید سے نہیں ہٹے۔

اسی طرح جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو کھانا پانی بند کر کے انہیں گھر سے نکال دیا گیا۔ مگر انہوں نے توحید کو نہ چھوڑا۔

اور بلال رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے ان کا مالک انہیں دوپہر کی سخت گرمی میں مکے کے پتھریلے کنکروں میں لٹادیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھوادیتا لیکن پھر بھی ان کی زبان پر یہی الفاظ رہے "احد احد" یعنی اللہ ایک ہے۔

اسلام کی پہلی شہیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا عقیدۂ توحید اپنانے پر سخت ترین سزاؤں سے دوچار کی گئیں مگر وہ توحید پر جمی رہیں۔ بالآخر ابو جہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ اس طرح انہوں نے اسلام کی اولین شہیدہ کا درجہ حاصل کر لیا۔

اسی طرح تعلیم و تبلیغ کے جرم میں ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جھونک دیا گیا تو وہ اس وقت بھی توحید کی تبلیغ سے باز نہیں آئے۔

اسی طرح محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں بھی شرک جاری تھا اور بت پرستی کا رواج عام تھا چنانچہ آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھی لوگوں کو شرک سے روکا حتیٰ کہ آپ کی ساری زندگی لوگوں کو توحید کی دعوت میں گزری۔ پہلے گھر والوں کو اور قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی پھر عام اعلان فرمایا کہ اے لوگو! کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دو تو فوز و فلاح پاؤ گے۔

اس راستے میں آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو بہت اذیتوں اور مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ جیسے آپ کی دو صاحبزادیوں رقیہ اور کلثوم کو طلاق دے دی گئی۔ آپ کو شاعر پاگل اور جادوگر کہا گیا، گالیاں دی گئیں، پتھر مارے گئے، حالت سجدہ میں آپ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی گئی مگر آپ کے پائے ثبات میں کچھ بھی لغزش نہیں آئی۔

شرک کے معاملے میں کوئی مفاہمت بھی قابل قبول نہیں، چنانچہ جب مشرکوں نے نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ پیشکش کی کہ آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی پوجا کر لیا کریں گے۔ تو اس کی تردید میں پوری سورہ کافرون نازل ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو، نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔"

بہر حال مکی زندگی کے تیرہ (۱۳) سال اسی طرح محض زبانی دعوت، کفار کی طرف سے اذیتوں اور ان پر عفو و صبر سے کام لیتے ہوئے ہی گزر گئے۔ لیکن جب آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدینہ کی طرف

ہجرت کر گئے تو آپ کو کفار و مشرکین کے خلاف لڑائی کی اجازت دے دی گئی۔

چنانچہ مشرکین کے خلاف پہلا معرکہ میدان بدر میں ہوا جہاں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی فریاد کی اور کہا اے اللہ اگر یہ چند صحابہ کا گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے گی۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس جنگ اور لڑائی کا مقصد صرف یہی تھا کہ عبادت صرف ایک اللہ ہی کی ہونی چاہئے۔

غزوۂ بدر کے بعد کفر و اسلام کا دوسرا معرکہ غزوۂ احد کی صورت میں ہوا، اس میں چونکہ ستر کے قریب صحابہ شہید ہو گئے تھے اور نبی ﷺ کی شہادت کی بھی افواہ پھیل گئی تھی اس لئے اس کے اختتام پر ابو سفیان نے جبل احد پر چڑھ کر بلند آواز سے محمد ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا، آگے سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے کہا چلو ان تینوں سے نجات ملی، تب اس نے کہا۔ اعلی ہبل، ہبل (ہمارا معبود) بلند ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی اور اپنے دونوں ساتھیوں کی بے عزتی تو برداشت کر لی لیکن جب معبود باطل کی تعریف ہونے لگی تو فوراً جواب دینے کو کہا کہ کہو "اللہ اعلی واجل" "اللہ ہی اعلیٰ و برتر ہے۔

پھر ابو سفیان نے کہا: "ہمارے لئے عزیٰ ہے اور تمہارے لئے عزیٰ نہیں" اس کا یہ جواب دیا گیا کہ "اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین کے خلاف جنگ کا سبب عقیدۂ توحید ہی تھا۔

قارئین کرام:

توحید ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ روز قیامت اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ہر گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ تمام انبیائے کرام عقیدۂ توحید کی دعوت لے کر مبعوث ہوئے خاتم النبیین محمد ﷺ نے بھی ساری زندگی دعوت توحید میں لگا دی اور لوگوں کو بتایا کہ اسلام کا اولین رکن اور اولین دعوت توحید ہی ہے۔

توحید کے منکر کے خلاف دنیا میں جنگ کی جائے گی اور آخرت میں وہ ہمیشہ جہنمی ٹھہرے گا۔ توحید ہی وہ عقیدہ ہے جس کے لئے بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے تپتی ریت پر لیٹنا گوارہ کر لیا، سمیہ رضی اللہ عنہا نے شہادت کا جام پی لیا، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اور آسائش بھری زندگی چھوڑ دی توحید کی خاطر ہی اسلام اور کفر کے باہم مسلح تصادم ہوئے غزوات لڑے گئے۔ خون بہا دیا گیا، ہجرت کی گئی، مال و جان اور اقرباء کی قربانیاں پیش کی گئیں۔

امت اسلامیہ کو شرک سے بچانے کیلئے نبی ﷺ نے نہ صرف شرک کی مذمت بیان کی بلکہ ان اسباب و ذرائع کو بھی واضح فرمایا جو

کسی بھی طرح سے شرک کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

توحید کی اس قدر اہمیت اور شرک کی مذمت سے روکنے کے باوجود آج ہم دیکھتے ہیں کہ امت کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے، ایک اللہ کو چھوڑ کر مصائب و مشکلات میں یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم، یا شیخ عبد القادر کے نعرے لگاتے ہیں۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جا رہے ہیں، نیازیں دی جا رہی ہیں، اولیاء کرام کو سفارشی سمجھ کر ان کا وسیلہ پکڑا جا رہا ہے۔

اور یہ سب شرک ہیں:

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم عقیدۂ توحید کو اپنائیں، عقیدۂ توحید سے اگر ہم غفلت برتیں گے تو آخرت کے دن ہماری کامیابی ممکن نہیں ہوگی۔ اور یاد رکھو رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص توحید پر وفات پائے، اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص انتقال کر جائے اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو توحید جیسی عظیم نعمت سے نوازے اور شرک جیسے بدترین گناہ سے محفوظ رکھے۔

(آمین، ثم آمین)

شیخ محمدبن صالح المنجد

بے شک جھوٹ برے اخلاق میں سے ہے، جس سے سب ہی شریعتوں نے ڈرایا ہے ،اوراسی پر انسانی فطرتیں بھی متفق ھیں،اوراسی کے عقل سلیم اور مروّت والے بھی قائل ہیں.

اور ہمارے حنیف شریعت -کتاب وسنت- میں اس سے ممانعت آئی ہے.اوراس کی حرمت پر اجماع ہے.اور جھوٹے شخص کیلیئے دنیاوآخرت میں براانجام ہے.

شریعت میں جھوٹ کی بالکل اجازت نہیں ہے سوائے چندایسے معین امور کی جن پر کسی کا حق مارنا، خون ریزی کرنااور عزت وآبرو پر طعن کرناوغیرہ مرتب نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ ایسے مقامات ہیں جن میں (جھوٹ بولنے) کا مقصد کسی کی جان بچانا، یادو شخصوں کے درمیان اصلاح کرانا، یاشوہر وبیوی کے درمیان میل محبت پیدا کرناہوتا ہے.

اور شریعت میں کوئی دن یالمحہ ایسانہیں آیا ہے جس میں کسی شخص کے لئے جھوٹ بولنا یا اپنی مرضی سے کسی بھی چیز کی خبر دیناجائز ہے، جبکہ لوگوں میں "اپریل فول" کے نام سے ایک غلط رسم منتشر ہے جس کے بارے میں انکا گمان ہے کہ شمسی سال کے چوتھے مہنیہ یعنی اپریل کی پہلی تاریخ کو بغیر کسی شرعی ضابطہ کے جھوٹ بولناجائز ہے.

جھوٹ کے حرام ہونے کی دلیل:

1-اللہ کا فرمان ہے: ((إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَأُوْلئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ)) [النحل: 105].

"بے شک جھوٹ وہ لوگ گڑھتے ہیں جو اللہ کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں". ابن کثیر رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:"پھراللہ نے خبر دیا ہے کہ رسول ﷺ نہ توافتراپردازہیں اورنہ ہی جھوٹے ہیں،کیونکہ اللہ پر جھوٹ وافتراپردازی بدبخت مخلوق کرتے ہیں جواللہ کی آیتوں پرایمان نہیں رکھتے جیسے کفاراور ملحدین لوگ جولوگوں میں جھوٹ سے معروف ہیں. اور محمد ﷺ تو لوگوں میں سب سے نیک اورسچے ہیں، اور ایمان ویقین اورعلم وعمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ باکمال ہیں،،اوراپنی قوم میں سچائی سے مشہور ھیں جسمیں کسی کوشک نہیں یاس طور کہ انکے مابین وہ محمد امین کے لقب سے ھی پکارے جاتے ہیں.(تفسیر ابن کثیر:2/588).

2- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ:" منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے توجھوٹ بولے،اورجب وعدہ کرے توخلاف ورزی کرے،اورجب اس کے پاس کوئی لامانت رکھی جائے توخیانت کرے".(بخاری:33، مسلم:59).

اورجھوٹ کی سب سے بدترین قسم . . مزاح کے طور پر جھوٹ بولناہے.

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ مزاح کے طور جھوٹ بولنا جائزہے،اوریہی وہ عذر ہے جسکا یکم اپریل یادیگرایام میں جھوٹ بولنے کیلیئے (پر) سہارالیاجاتاہے. لیکن یہ غلط ہے،اورشریعت مطہرہ میں اسکی کوئی اصل نہیں ہے،کیونکہ جھوٹ بولناچاہے مذاق کے طورپرہویاحقیقت میں ہرصورت حرام ہے.

ابن عمر رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کا فرمان ہے: میں ھنسی مذاق کرتا ھوں اورصرف حق بات کہتا ہوں"(اس حدیث کوطبرانی نے معجم الکبیر12/391میں روایت کیاہے اورعلامہ البانی نے صحیح الجامع(2494)میں صحیح قراردیاہے).

اورابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہااے اللہ کے رسول! آپ ہم سے ھنسی مذاق کرتے ہیں؟ فرمایا:"میں صرف حق بات کہتا ہوں"(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے حدیث نمبر(1990).

جہاں تک "اپریل فول" کی بات ہے توتحدید کے ساتھ اس جھوٹ کی اصلیت کا کوئی پتہ نہیں ہے البتہ اسکے بارے میں متعدد آراءہیں:

بعض کا کہناہے کہ یہ 21مارچ کودن ورات کے برابرہونے کے وقت بسنت کے جشن کے ساتھ ایجاد ہوئی،اوربعض کاخیال ہے کہ یہ بدعت قدیم زمانہ ہی سے ہے اوربت پرستوں کاتہوار ہے فصل ربیع کی ابتدامیں معین تاریخ سے مرتبط ہونے کی وجہ سے، کیونکہ یہ بت پرستوں کی بقایارسومات میں سے ہے. اور کہا جاتاہے کہ بعض ملکوں میں شکارکے ابتدائی ایام میں شکار ناکام

ہوتا تھا چنانچہ یہ اپریل ماہ کے پہلے دن میں گڑھی جانے والی جھوٹی باتوں کیلئے ایک قاعدہ بن گیا.

اور بعض نے اس جھوٹ کی اصلیت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ:

ہم میں سے اکثر لوگ اپریل فول مناتے ہیں جسکا حرفی یا لفظی معنی "اپریل کا دھوکہ" ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو اس کے پس پردہ پوشیدہ راز کو جانتے ہیں؟

آج سے تقریباً ہزار سال پہلے جب مسلمان اسپین میں حکومت کرتے تھے وہ ایک ایسی طاقت تھے جس کا توڑنا ناممکن تھا اور مغرب کے نصاریٰ یہ تمنا کرتے تھے کہ دنیا سے اسلام کا خاتمہ کر دیں اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے.

ان لوگوں نے اسپین میں اسلام کی بڑھوتری کو روکنا اور اور اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسمیں ناکام ہوئے، انہوں نے بارہا کوششیں کیں لیکن ناکامی کا سامنا ھوا. اسکے بعد کفار نے اپنے جاسوسوں کو اسپین میں مسلمانوں کی ناقابل شکست قوت کے راز کا پتہ لگانے کیلئے بھیجا تو انھوں نے پایا کہ تقویٰ و پرہیز گاری کو لازم پکڑنا ہی اسکا سبب ہے.

جب نصاریٰ نے مسلمانوں کی قوتوں کے راز کو جان لیا تو انہوں نے مسلمانوں کی اس قوت کو توڑنے کی حکمت عملی کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا اسی بنا پر انہوں نے اسپین میں سگریٹ اور شراب کو مفت بھیجنا شروع کر دیا.

اس طریقہ کار (tactics) نے مغرب کو اچھے نتائج دئے. اور اسپین میں مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل کا عقیدہ کمزور ہونے لگا. اور اسکا نتیجہ یہ ظاھر ہوا کہ مغرب کے کیتھولک (catholic) نصاریٰ نے سارے اسپین کو اپنے ماتحت میں کر لیا اور ایک ایسے شہر سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جہاں وہ آٹھ سو برس سے زیادہ مدت تک اقتدار میں رہ چکی تھی. اور یکم اپریل کو مسلمانوں کا آخری قلعہ غرناطہ کا سقوط ہوا اسلئے اسکو بطور "اپریل فول" (APRIL FOOL) دھوکے کا اپریل سمجھتے ہیں.

اور اسی سال سے آج تک اس دن کو مناتے آرہے ہیں اور مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں. وہ حماقت و بیوقوفی کو صرف غرناطہ کی فوج کے ساتھ خاص نہیں مانتے بلکہ پوری امت اسلامیہ کو بیوقوف بناتے ہیں. اور جب ہم اس جشن میں حاضر ہوں تو یہ انتہائی جہالت کی بات ہے. اور جب ہم اس خبیث فکر کے کھیل میں انکی اندھی نقالی کریں تو یہ ایسی اندھی تقلید ہے جو ہم میں بعض کی انکی پیروی کرنے میں بیوقوفی کو واضح کرتی ہے. اور اگر ہم اس جشن کے اسباب کو جان لیتے تو کبھی بھی اپنی شکست کا جشن نہ مناتے.

اور جب ہم نے اس حقیقت کو جان لیا تو آیئے ہم اپنے نفس سے وعدہ کریں کہ ہم کبھی بھی اس دن کو نہیں منائیں گے. ہم پر ضروری ہے کہ اسپین والوں سے سبق سیکھیں اور حقیقی معنوں میں اسلام پر عمل کرنے والے بن جائیں اور اپنے ایمان کو کبھی بھی کمزور نہ ہونے دیں.)اھ.

اور ہمیں اس جھوٹ کی اصلیت کو جاننے سے زیادہ اس دن جھوٹ بولنے کے حکم کے بارے میں جاننا چاہئے، اور ہم جزم ویقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی روشن ایام میں اسکا وجود نہیں تھا. اور اسکے ایجاد کرنے والے مسلمان نہ تھے. بلکہ یہ مسلمانوں کے دشمنوں کی طرف سے ہے.

اور اپریل فول میں ہونے والے حادثات بہت ہیں، لوگوں میں سے کتنے ہیں جنکو انکے لڑکے یا بیوی یا دوست کی وفات کے بارے میں خبر دی گئی تو تکلیف وصدمہ کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے، اور کتنے ہیں جن کو نوکری کے چھوٹنے یا آگ لگنے یا انکے اہل وعیال کا ایکسیڈنٹ ہونے کی خبر دی گئی تو وہ فالج، سٹروک یا اسکے مشابہ دیگر امراض سے دوچار ہو گئے. اور بعض لوگوں سے جھوٹے یہ کہا گیا کہ انکی بیوی فلاں آدمی کے ساتھ دیکھی گئی تو یہ چیز اسکے قتل یا طلاق کا سبب بن گئی. اسی طرح بہت سارے واقعات وحادثات ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں. اور سب کے سب جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقل ونقل حرام ٹھہراتی ہے اور سچی مروّت اسکا انکار کرتی ہے. وباللہ التوفیق

توجہ فرمائیں

ماہنامہ الحجاز صرف ماہنامہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک ایک دعوت اور ایک فکر ہے جو منہج سلف کے فروغ کے لئے قائم کیا گیا ہے، جس کی اپنی کچھ ضروریات واخراجات بھی ہیں جو آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ آگے بڑھیں اور ان ضروریات کو پوری کریں۔ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

فتـــاوی

صوفیوں کے مشائخ

شیخ محمدبن صالح المنجد

کیاصوفیوں کے مشائخ کا اللہ تعالی کے ساتھ رابطہ ہے اسلام میں صوفیوں کا کیادرجہ اور مکان ہے؟ اور یہ قول کہاں تک صحیح ہے کہ کچھ عبادت گزار اور اولیاء اللہ تعالی سے رابطہ رکھتے ہیں، اور بعض لوگ اس کا اعتقادرکھتے ہیں اور یہ کہ یہ دنیا میں مختلف جگہ اور ادیان میں اس کاثبوت ملتاہے۔

جولوگ صوفی ہونے یاصوفیوں کے پیروکارہونے کادعوی کرتے ہیں ان کی رؤیت کیسے ممکن ہے؟

اور کیانماز اور اللہ تعالی کاذکر اللہ سبحانہ وتعالی سے رابطہ کی ایک قسم نہیں؟

الجواب:

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے دور میں صوفیت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی، حتی کہ زاہدلوگوں کاایک گروہ پیداہواجوکہ اون کے موٹے کپڑے پہناکرتے تھے توانہیں صوفی کے نام سے پکاراجانے لگا۔

اور یہ بھی کہاجاتاہے کہ یہ (صوفی) صوفیاسے ماخوذ ہے اوریونانی زبان میں اس کامعنی "حکمت" ہے نہ کہ جیساکہ بعض یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ الصفاء سے ماخوذ ہے، کیونکہ اگر الصفاء کی طرف نسبت کی جائے توصفائی کہاجائے گانہ کہ صوفی۔

اس نئے نام اور اس فرقہ نے مسلمانوں میں تفرقہ اور زیادہ کردیا ہے، اور اس فرقہ کے پہلے صوفی حضرات بعد میں آنے والوں سے مختلف ہیں بعد میں آنے والوں کے اندر بدعات کابہت زیادہ عمل دخل ہے اوراس کے ساتھ ساتھ شرک اصغر اور شرک اکبر بھی پیداہوچکاہے، ان کی بدعات ایسی ہیں جن سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچنے کاحکم دیتےہوئے فرمایا:

(تم نئے نئے کاموں سے بچوکیونکہ ہر نیاکام بدعت اور ہربدعت گمراہی ہے)

سنن ترمذی، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

ذیل میں ہم صوفیوں کے اعتقادات اور ان کے دینی طریقوں اور قرآن وسنت پر مبنی اسلام کا مقارنہ اور موازنہ پیش کرتے ہیں:

صوفی حضرات: کے مختلف طریقے اور سلسلے ہیں، مثلا تیجانیہ، نقشبندیہ، شاذلیہ، قادریہ، رفاعیہ، اور اس کے علاوہ دوسرے سلسلے جن پر چلنے والے یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ہی حق پر ہیں ان کے علاوہ کوئی اور حق پر نہیں، حالانکہ اسلام تفرقہ بازی سے منع کرتا ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (31) مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ(32)

اور تم مشرکوں میں سے نہ بنو ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے وہ اس میں مگن اور اس پر خوش ہے }الروم(31-32)

صوفی حضرات: نے اللہ تعالی کے علاوہ انبیاء اور اولیاء زندہ اور مردہ کی عبادت کرنی شروع کردی، اور وہ انہیں پکارتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں(یاجیلانی، یارفاعی، یارسول اللہ مدد، اور یہ بھی کہتے ہیں، یارسول اللہ آپ پر ہی بھروسہ ہے)۔

اور اللہ تبارک وتعالی اس سے منع فرماتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کو ایسی چیز میں پکارا جائے جس پر وہ قادر نہیں بلکہ یہ اسے شرک شمار کیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ"

اور اللہ تعالی کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرو جو آپ کو کوئی نفع نہ دے سکے اور نہ ہی کوئی نقصان اور ضرر پہنچا سکے، پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے}(یونس/106)

اور صوفی حضرات: کا یہ اعتقاد ہے کہ کچھ قطب اور ابدال اور اولیاء ہیں جنہیں اللہ تعالی نے معاملات اور کچھ امور سپرد کئے ہیں جن میں وہ تصرف کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالی نے تو مشرکوں کے جواب کو بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

(وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ)

اور معاملات کی تدبیر کون کرتا ہے؟ تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ تعالی ہی کرتا ہے}(یونس/31)

تو مشرکین عرب کو ان صوفیوں سے اللہ تعالی کی زیادہ معرفت تھی۔

اور صوفی حضرات مصائب میں غیر اللہ کی طرف جاتے اور ان

سے مدد طلب کرتے ہیں۔

لیکن اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

" اور اگر اللہ تعالی تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اللہ تعالی کے علاوہ کوئی بھی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر تجھے اللہ تعالی کوئی نفع دینا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے "(الانعام / 17)

بعض صوفی حضرات وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں، تو ان کے ہاں خالق اور مخلوق نہیں بلکہ سب مخلوق اور سب الہ ہیں۔

صوفی حضرات: زندگی میں زھد اور اسباب کو حاصل نہ کرنے اور جہاد کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

اور جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو دے رکھا ہے اس میں آخرت کے گھر کی بھی تلاش رکھ، اور اپنے دنیوی حصے کو نہ بھول (القصص / 77)

اور اللہ رب العزت کا فرمان ہے: {اور تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق قوت تیار کرو} (الانفال/60)

صوفی حضرات: اپنے مشائخ کو احسان کے درجہ پر فائز کرتے ہیں اور اپنے مریدوں سے ان کا مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کا ذکر کرتے وقت اپنے شیخ کا تصور کریں حتی کہ نماز میں بھی شیخ کا تصور ہونا چاہیئے، حتی کہ ان میں سے بعض تو نماز پڑھتے وقت شیخ تصویر اپنے آگے رکھتے تھے۔

حالانکہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے: (احسان یہ ہے کہ عبادت ایسے کرو گویا کہ اللہ تعالی کو دیکھ رہے ہو، اگر آپ اللہ تعالی کو نہیں دیکھ رہے تو اللہ تعالی تمہیں دیکھ رہا ہے) صحیح مسلم۔

صوفی حضرات: رقص وسرور اور گانے بجانے اور موسیقی اور اونچی آواز سے ذکر کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور اللہ تعالی کا فرمان تو یہ ہے کہ:

" ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر کیا آتا ہے تو ان کے دل دھل جاتے ہیں "(الانفال 3)

پھر آپ ان کو دیکھیں گے وہ صرف لفظ جلالہ (اللہ اللہ اللہ) کا ذکر کرتے ہیں جو کہ بدعت اور ایسی کلام ہے جو کہ شرعی معنی کے لحاظ سے غیر مفید ہے، بلکہ وہ تو اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ صرف (اہ، اہ) اور یا پھر (ہو، ہو، ہو) کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اور اسلام مصادر کتاب وسنت میں تو یہ ہے کہ بندہ رب ایسے کلام سے یاد اور اس کا ذکر کرے جو کہ صحیح اور مفید ہو جس پر اسے اجر وثواب سے نوازا جائے، مثلا سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، اور اس طرح کے دوسرے اذکار۔

صوفی حضرات: مجالس ذکر میں عورتوں اور بچوں کے نام سے غزلیں اور اشعار گاتے اور پڑھتے ہیں اور اس میں بار بار عشق و محبت اور خواہشات کی باتیں ایسے دہراتے ہیں گویا کہ وہ رقص وسرور کی مجلس میں ہوں، اور پھر وہ مجلس کے اندر تالیوں اور چیخوں کی گونج میں شراب کا ذکر کرتے ہیں اور یہ سب کچھ

مشرکین کی عادات وعبادات میں سے ہے۔

اللہ تعالی کا اس کے متعلق فرمان ہے:

" اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی کہ سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا"(الانفال/35)

مکاء سیٹی بجانا اور تصدیۃ تالی بجانے کو کہتے ہیں۔

اور بعض صوفی اپنے آپ کو لوہے کی سیخ مارتے اور یہ پکارتے ہیں (یاجداہ) تو اس طرح شیطان آکر اس کی مدد کرتا ہے کیونکہ اس نے غیر اللہ کو پکارا، اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

" اور جو شخص رحمن کی یاد سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے"(الزخرف/36)

صوفی حضرات: کشف اور علم غیب کا دعوی کرتے ہیں اور قرآن کریم ان کے اس دعوی کی تکذیب کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

"کہہ دیجئے کہ آسمان وزمین والوں میں سے اللہ تعالی کے علاوہ کوئی بھی غیب کا علم نہیں جانتا"(النمل/65)

صوفی حضرات: کا گمان ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا محمد ﷺ کے لئے پیدا کی ہے، اور قرآن کریم ان کی تکذیب کرتے ہوئے کہتا ہے:

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"(الذاریات/56)

اور اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ فرمایا ہے:

" آپ اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے"(الحجر/99)

صوفی حضرات: اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھنے کا گمان کرتے ہیں اور قرآن مجید ان کی تکذیب کرتا ہے جیسا کہ موسی علیہ السلام کی زبان سے کہا گیا{اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار کر دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے}(الاعراف/143)

صوفی حضرات: کا گمان یہ ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں نبی ﷺ کے واسطہ کے بغیر علم ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں؟۔

صوفی حضرات: اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے کے واسطہ کے بغیر ڈاریکٹ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں: میرے دل نے میرے رب سے بیان کیا۔

صوفی حضرات: میلاد مناتے اور نبی ﷺ پر درود وسلام کے نام سے مجلسیں قائم کرتے ہیں، اور ان میں نبی ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت کرتے ہوئے شرکیہ ذکر اور قصیدے اور اشعار پڑھتے ہیں جن میں صریح شرک ہوتا ہے۔

تو کیا نبی ﷺ اور ابو بکر، عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ تعالی عنہم

اور ائمۂ اربعہ وغیرہ نے میلاد منایا تو ان کیا ان کی عبادت اور علم زیادہ صحیح ہے یا کہ صوفیوں کا؟

صوفی حضرات: قبروں کا طواف یا ان کا تبرک حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے اور ان پر جانور ذبح کرتے ہیں جو کہ نبی ﷺ کے قول کی صریحا مخالفت ہے۔ فرمان نبوی ہے:

(صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے مسجد حرام، اور میری یہ مسجد، اور مسجد اقصی) (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

صوفی حضرات: اپنے مشائخ کے بارہ میں بہت ہی متعصب ہیں اگرچہ وہ اللہ تعالی اور رسول ﷺ کی مخالفت ہی کیوں نہ کریں، اور اللہ تعالی کا تو فرمان یہ ہے: {اے ایمان والو! اللہ تعالی اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو} (الحجرات/2)

صوفی حضرات: استخارہ کے لئے طلسم اور حروف استعمال کرتے اور تعویذ گنڈا وغیرہ کرتے ہیں۔

صوفی حضرات: وہ درود جو کہ نبی ﷺ سے ثابت ہیں نہیں پڑھتے بلکہ ایسے بناوٹی درود پڑھتے ہیں جس میں صریح تبرک اور شرک پایا جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔

اور رہا یہ سوال کہ کیا صوفیوں کے مشائخ کا رابطہ ہے تو یہ صحیح ہے ان کا رابطہ شیطان سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ سے۔

تو وہ ایک دوسرے کے دل میں چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں تا کہ انہیں دھوکہ میں ڈالیں اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

" اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعض کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تا کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرتے" (الانعام/112)

اور اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

" اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں" (الانعام/121)

اور اللہ سبحانہ وتعالی کے فرمان کا ترجمہ ہے:

" کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں" (الشعراء 221-222)

تو یہ وہ حقیقی رابطہ جو ان کے درمیان ہوتا ہے نہ کہ وہ رابطہ جو وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی سے رابطہ جو کہ بہتان اور جھوٹ ہے اور اللہ تعالی اس سے منزہ اور بلند وبالا ہے۔ دیکھیں (معجم البدع 346-359)

اور صوفیوں کے بعض مشائخ کا اپنے مریدوں کی نظروں سے اوجھل ہونا بھی اسی رابطہ کا نتیجہ ہے جو کہ شیطان کے ساتھ ہوتا ہے، حتی کہ بعض اوقات وہ شیطان انہیں دور دراز جگہ پر لے جاتے ہیں اور پھر اسی دن یا رات کو واپس لے آتے ہیں تا کہ ان کے مریدوں کو گمراہ کیا جا سکے۔

تو اسی لیے یہ عظیم قاعدہ ہے کہ ہم خارق عادات کاموں سے اشخاص کا وزن نہیں کرتے بلکہ ان کا وزن کتاب وسنت کے قرب اور اس پر التزام کرنے کے ساتھ ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے یہ

شرط نہیں کہ ان کے ہاتھ پر خارق عادت کام ہو بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے پر کرتے ہیں جو کہ مشروع ہے نہ کہ بدعات کو رواج دے کر۔

اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو کہ حدیث قدسی میں ذکر کئے گئے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے روایت کیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یقینا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میری اس کے ساتھ جنگ ہے اور جو میرا بندا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو وہ مجھے اس چیز سے زیادہ پسند ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور جو بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا اور اس کی بصر ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا اور اس کا ھاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا اور اس کی ٹانگ ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ میں آتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق بخشنے والا اور صحیح راہ پر چلانے والا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم. الشیخ محمد صالح المنجد

شیخ سید معراج ربانی حفظہ اللہ کی آڈیو ویڈیو سیڈیز حاصل کرنے کے لئے ہم سے رابطہ کریں:

سعودی عرب میں:

المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد وتوعیۃ الجالیات وسط حائل

پوسٹ بکس نمبر: 2843 سعودی عرب

فون نمبر: 00966-6/5334748 فاکس

نمبر: 00966-6/5432211

موبائل نمبر: 00966-533616870

ایمیل: mrajrabbani@hotmail.com

انڈیا میں:

التوعیہ اسلامک بکس اینڈ کیسٹس ہاؤس چار مینار مسجد روڈ شیواجی نگر بنگلور انڈیا

موبائل نمبر: 0091-9845842811 ایمیل:

AlhijazIC@gmail.com

گانا بجانا اسلام کی نظر میں.....

عبدالرزاق عفیف

آج دنیا میں جگہ جگہ گانے بجانے کا شوروغل برپا ہے۔ شہر، بازار، گلی کوچے اس ہڑبونگ سے دوچار ہیں۔ ناچنے، گانے والے اور میراثی اب گلوکار، ادکار، موسیقار اور فنکار کہلاتے اور فلمی سٹار، فلمی ہیرو جیسے دل فریب مہذب ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ مردوزَن کی مخلوط محفلوں کا انعقاد عروج پر ہے۔ بڑے بڑے شادی ہال، کلب، بازار، انٹر نیشنل ہوٹل اور دیگر اہم مقامات ان بیہودہ کاموں کے لئے بک کر دیئے جاتے ہیں جس کے لئے بھاری معاوضے ادا کئے جاتے اور شو کے لئے خصوصی ٹکٹ جاری ہوتے ہیں۔ چست اور باریک لباس، میک اَپ سے آراستہ لڑکیاں مجرے کرتی ہیں جسے ثقافت اور کلچر کا نام دیا جاتا ہے۔ عاشقانہ اَشعار، ڈانس میں مہارت، جسم کی تھرتھراہٹ اور آواز کی گڑگڑاہٹ میں ڈھول باجوں اور موسیقی کی دھن میں کمال دکھانے والوں اور کمال دکھانے والیوں، جنسی جذبات کو اُبھارنے والوں کو خصوصی ایوارڈز سے نوازا جاتا ہے۔

اندرون وبیرونِ ملک طائفوں کی شکل میں پروگرام سارا سال جاری رہتے ہیں۔ انہیں ثقافت کی ترویج کے نام پر خصوصی مراعات دی جاتی ہیں۔ شادی بیاہ اور سالگرہ کے موقعوں پر مخصوص وضع قطع کے لباس کے ساتھ رقص و سرور کی محفلیں جمتی ہیں۔ عورتیں / لڑکیاں، غیر مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ناچ اور تالی کی گونج میں خوب داد وصول کرتی ہیں۔ اسی طرح ہر قسم کے فحش جنسی ناولوں اور ڈائجسٹوں کی بھرمار ہے۔ شہروں کے چوراہوں، بازاروں، سینما گھروں پر دیوہیکل عریاں عورتوں کی تصاویر آویزاں ہیں، فحش ناولوں کی بک ڈپوؤں پر بہتات ہے۔ ٹی وی، کیبل گھر گھر آچکا ہے، پراگندہ گانوں کے پروگرام جاری اور ویڈیو سنٹرز پر ہر قسم کی فلمیں دستیاب ہیں۔ رہی سہی کسر ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ نے نکال دی

ہے جس سے نوجوان پود کو فحاشی اور بے راہروی کا عادی بنایا جارہا ہے۔ گلی گلی محلے محلے میں ویڈیو کے ہوشربا کاروبار کے ساتھ ساتھ اب انٹرنیٹ کیفے کے نام سے فحاشی وعریانی دھڑادھڑ عوام میں پھیلائی جارہی ہے۔

دوسری طرف نظر دوڑائیں تو دین کے نام پر بھی یہی بے ہنگم کاروبار جاری ہے۔ دین کے تاجر بڑی بڑی زلفوں، مونچھوں والے، داڑھی سے عاری، ڈروانی شکل وصورت میں نشے سے دھت قوال اور گویے مخصوص انداز اور تالیوں، چمٹوں کے شور میں جگہ جگہ محفلیں جمائے ہوئے ہیں۔ قبروں، مزاروں، خانقاہوں پر ٹولیوں کی شکل میں بھیک کے کشکول اٹھائے ہوئے، ڈھول کی تھاپ پر باجوں گاجوں پر رقص وسرور کے ساتھ حاضری دیتے ہیں۔ زبانوں سے نازیب اور گستاخانہ کلمات نکالتے ہیں۔ ربِّ ذوالجلال، حضرت محمد ﷺ، علی، حسنؓ و حسینؓ اور فاطمہ زہراؓ اور دیگر اولیاء اللہ کے نام لے کر چیچتیاور دھمالیں ڈالتے اور جو جی میں آئے گاتے ہیں۔ مثال کے طور پر "عصمتِ کعبہ کو ٹھکرانے کا موسم آگیا"... "میں کیا جانوں رام، تم ایک گورکھ دھندہ، سو میں شرابی شرابی (!نعوذ باللہ) ... اس پر طرہ یہ کہ نعتِ رسول ﷺ اور اسلامی ترانوں کو بھی میوزک اور نسوانی آوازوں کے ساتھ مزین کرنے کا کام زوروں پر ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے گانوں بجانوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیم کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ اور اکابرین اُمت کی رائے کیا ہے؟ ان کا نقصان کیا ہے؟ کیا ایسی مجالس ومحافل میں شرکت جائز ہے؟ گانا بجانا کن لوگوں کا مشغلہ ہے؟ کیا گانے بجانے روح کی غذا ہیں؟ مسلمان کی روح کی غذا کیا ہے اور کون سے اَشعار لے اور سُر کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں؟

اِسلام کی رو سے گانا بجانا حرام ہے!

گانے بجانے کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشادِ باری ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ٦﴾......سورۃ القمان

"لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے"

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان ہے اور ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر او ربھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اِعراض

کرتے ہیں اور سازو موسیقی، نغمہ وسرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب وشوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔لہو الحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش انٹیناو غیرہ بھی۔

(۲) گانا بجانا شیطان کی آواز ہے... ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَاستَفزِز مَنِ استَطَعتَ مِنهُم بِصَوتِكَ.﴾

.سورۃ الاسراء

"اور اے شیطان! تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے، بہکا لے"

آواز سے مراد پر فریب دعوت یا گانے موسیقی اور لہو ولہب کے دیگر آلات ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان بکثرت لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں:

"اس سے مراد صوت المزامیر یعنی شیطان کی آواز، گانے بجانے ہیں۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "گانے اور ساز لہو ولہب کی آوازیں یہی شیطان کی آوازیں ہیں جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کو حق سے قطع کرتا ہے" (قرطبی) اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے راستوں کی پیروی سے روکا ہے کیونکہ اس کے سارے ہتھکنڈے بے حیائی اور برائی کے داعی ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لا تَتَّبِعوا خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِع خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ فَإِنَّهُ يَأمُرُ بِالفَحشاءِ وَالمُنكَرِ.[21]﴾

"اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔ سورۃ النور

فاحشۃ کے معنی بے حیائی کے ہیں۔ شیطان کے پاس بے حیائی کی طرف مائل کرنے کی بہت راہیں ہیں۔ فحش اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، فلمی ڈراموں کے ذریعہ جو لوگ دن رات مسلم معاشرے میں بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور گھر گھر اس کو پہنچا رہے ہیں، یہ سب شیطانی جال ہیں۔ اس آیت سے ما قبل وہ آیات ہیں جن میں عائشہ ؓ پر لگائی تہمت کا ذکر ہے کہ "جن لوگوں نے آپ پر فحش کا الزام لگایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹی خبر کو صریح بے حیائی قرار دیا اور اسے دنیا و آخرت میں عذابِ الیم کا باعث قرار دیا ہے "لیکن جو لوگ ان آلات حرب کے چینل چلانے والے اور ان اداروں کے ملازمین ہیں تو وہ اللہ کے ہاں کتنے بڑے مجرم ہیں جو آئندہ نسلوں کی تباہی کا سبب بھی بن رہے ہیں۔

(۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝٥٩ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝٦٠ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ۝٦١﴾ سورۃ النجم

"پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور بطورِ مذاق ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو بلکہ گانے گاتے ہو"

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "نداء السمود هو الغناء في لغة الحجر "یعنی حجر قبیلہ کی زبان میں سُمود سے مراد گانا ہے... عکرمہؒ فرماتے ہیں:

"کفارِ مکہ کی بھی عادت تھی کہ وہ قرآن کریم سننے کی بجائے گانے گاتے تھے"

(۴) مخلوط مجالس کا انعقاد ناجائز ہے، ان مجالس میں عورت تقریر کر سکتی ہے، نہ گا سکتی ہے اور نہ ہی لباس اور زیور کا اظہار کر سکتی ہے، نہ جسم کو عریاں اور نمایاں کر سکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝٣٢ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝٣٣﴾ سورۃ الاحزاب

"اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کے مثل نہیں ہو اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم انداز سے گفتگو نہ کرو کہ جس کے دل میں کوئی بیماری ہو وہ کوئی برا خیال کرے، ہاں قاعدے کے مطابق بات کرو اور اپنے اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کرو، نماز ادا کرتی اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرتی رہو۔"

اللہ تعالیٰ نے جس طرح عورت کے وجود کے اندر مرد کے لیے کشش رکھی ہے، اس کی حفاظت کے لیے خصوصی ہدایات بھی دی ہیں تاکہ عورت مرد کے لئے فتنے کا باعث نہ بنے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی آواز میں فطری طور پر دلکشی، نرمی اور نزاکت رکھی ہے جو مرد کے اندر جاذبیت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ عورت کی آواز کے لیے بھی یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ مردوں سے گفتگو کرتے وقت قصداً نرم لب و لہجہ اختیار نہ کیا جائے۔ نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھاپن ہو تاکہ کوئی بدباطن نرم کلامی کی وجہ سے تمہاری طرف مائل نہ ہو اور اس کے دل میں برا خیال پیدا نہ ہو سکے اور ساتھ ہی واضح کر دیا کہ زبان سے ایسا لفظ نہ نکالنا جو معروف قاعدے اور اَخلاق کے منافی ہو اور ﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ بات اور دیگر ہدایات جو آگے آ رہی ہیں، وہ پرہیز گار عورتوں کیلئے ہیں کیونکہ انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کی آخرت برباد نہ ہو جائے۔ جن کے دل خوفِ الٰہی سے عاری ہیں، انہیں ہدایات سے کیا تعلق ہے!

دوسری ہدایت یہ ہے کہ گھروں میں ٹک کر رہو، بغیر ضروری حاجت کے گھروں سے باہر نہ نکلو۔ اس میں وضاحت کر دی گئی

ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل سیاسی اور معاشی نہیں بلکہ گھر کی چاردیواری کے اندر اُمورِ خانہ داری سر انجام دینا ہے۔ اگر بوقتِ ضرورت گھر سے باہر نکلنا پڑ جائے تو بناؤ سنگار کر کے یا ایسے انداز سے جس سے بناؤ سنگار ظاہر ہوتا ہو، مت نکلے یعنی بے پردہ ہو کر عورتوں کا نکلنا منع ہے جس سے ان کا سر، چہرہ، بازو اور چھاتی وغیرہ لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے بلکہ سادہ لباس میں ملبوس ہو کر باپردہ خوشبو لگائے بغیر باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کتنی پاکیزہ تعلیم دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُل لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ﴾ سورۃ النور

"اے نبی ﷺ! مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں"

زینت سے مراد وہ لباس اور زیور ہے جو عورتیں اپنے حسن و جمال میں نکھار پیدا کرنے کے لیے گھر میں خاوند کے لیے پہنتی ہیں جب اس کا اظہار منع ہے تو جسم کو عریاں اور نمایاں کرنا بالاولیٰ حرام ہو گا۔ إلا ما ظھر منھا سے مراد زینت اور جسم کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو جیسے کوئی چیز پکڑتے یا لیتے ہوئے غیر محرموں پر ہتھیلیوں کا ظاہر ہو جانا یا دیکھتے ہوئے آنکھوں سے پردہ کا ہٹ جانا۔ اس طرح ہاتھوں میں انگوٹھی، مہندی، سرمہ کاجل کا سامنے آجانا یا لباس اور زینت کو چھپانے کے لیے جو برقعہ یا اوڑھنی یا چادر لی جاتی ہے، وہ بھی زینت ہی ہے، ایسی زینت کا اظہار بوقتِ ضرورت یا بوجہ ضرورت الاماظہر کے تحت مباح ہے اور گریبان پر اوڑھنی سے مراد سر، گردن، سینے اور چھاتی کو چھپانا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ مخلوط مجالس میں آزادئ نسواں نے کیا کیا گل کھلا رکھے ہیں۔ آواز ہے تو وہ بھی گونج دار اور سریلی طرز وناز، تالیوں کی چٹاک اور قدموں کی کڑ اکڑ اور جسم کی کروٹوں سے عورتیں نوجوانوں کو کس طرح دعوتِ نظارہ دے کر خوش ہوتی ہیں۔ اہل مجالس جھوم جھوم اُٹھتے ہیں، شرم وحیا کی تمام حدیں پار ہو جاتی ہیں، شراب وکباب اور نوٹوں کی بارش ہوتی ہے۔ بے پردگی کا یہ عالم ہے کہ سر سے پاؤں تک میک اَپ سے مزین ہوتی ہیں اور زمانہ جاہلیت کو بھی مات کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورت ایک کھلونا بن کر یا کمپنیوں کے اشتہار کا ٹریڈ مارک بن کر رہ گئی ہے۔

احادیث میں گانے بجانے کی حرمت

(ا) میری امت میں کچھ گروہ ساز باجوں کو حلال سمجھیں گے

ابوعامر یا ابومالک الاشعری ؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

"میری اُمت میں سے کچھ گروہ اٹھیں گے، زنا کاری اور ساز باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ ایسے ہی کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہائش پذیر ہوں گے۔ شام کے وقت ان کے چرواہے مویشیوں کو لیکر انکے ہاں واپس لوٹیں گے۔ ان کے پاس ایک محتاج آدمی اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا مگر شام تک ان پر عذاب نمودار ہو گا اور اللہ ان پر پہاڑ گرا دے گا جو انہیں کچل دے گا اور دوسرے لوگوں کی شکل وصورت تبدیل کر کے قیامت تک بندر اور خنزیر بنادے گا) بخاری(

(۲) گانے بجانے کے رواج پانے سے آسمان سے پتھروں کی بارش

عبدالرحمن بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"ایک وقت آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ زمین میں دَب جائیں گے، شکلیں بدل جائیں گی اور آسمان سے پتھروں کی بارش کا نزول ہو گا۔ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ کلمہ گو ہوں گے جواب دیا: ہاں، جب گانے، باجے اور شراب عام ہو جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا"(ترمذی)

(۳) گانے والی (مُغنّیات) عام ہوں گی

عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا

"میری امت میں لوگ زمین میں دھنسیں گے، شکلیں تبدیل ہوں گی اور پتھروں کی بارش ہو گی عائشہ نے پوچھا کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے، آپ انے فرمایا: جب مغنیات (گانے والیوں) کا عام رواج ہو گا، سود کا کاروبار خوب چمک پر ہو گا اور شراب کا رواج عام ہو گا اور لوگ ریشم کو حلال سمجھ کر پہنیں گے۔(ابن ابی الدنیا)

عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا

"اس امت میں زمین میں دھنسانا، صورتیں بدلنا اور پتھروں کی بارش جیسا عذاب ہو گا تو مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیسے ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا: جب گانے والیاں اور باجے گاجے ظاہر ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی "(ترمذی)

(۴) حضور انے ساز کی آواز سے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں

نافع ؒ مولیٰ ابن عمر فرماتے ہیں کہ

"عبداللہ بن عمر نے ساز بانسری کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے دیں اور راستہ بدل لیا، دور جاکر پوچھا: نافع کیا آواز آرہی ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں، تب انہوں نے انگلیاں نکال کر فرمایا کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے ایسی ہی آواز سنی تھی اور آواز سن کر میری طرح آپ ا

نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں تھیں) "احمد، ابوداود، ابن حبان(

(۵) آپ ﷺ کا ساز اور باجے کی کمائی سے منع کرنا

ابوہریرہؓ نے ساز باجے کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔(اخرجہ ابو عبید فی غریب الحدیث)

(۶) ریڈیو، ٹی وی اور بذریعہ کیسٹس گانا سننا حرام ہے!

حضور اکرم اجس طرح بتوں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے، اسی طرح ساز باجوں سے بھی نفرت کرتے تھے۔ جس طرح بتوں کی پرستش حرام گردانتے تھے، اسی طرح ساز باجوں کو سننا بھی حرام قرار دیتے تھے جیسا کہ ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ بتوں اور ساز باجوں کو مٹا ڈالوں) "مسند احمد(

(۷) ڈھول باجے شراب کی طرح حرام ہیں

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"میں ساز باجے اور ڈھولک کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں "(الفوائد)

ایسے ہی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ اللہ نے شراب، جوا اور ڈھولک حرام فرمائے ہیں اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے "(مسند احمد)

(۸) گانا سننے کی سزا

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی گلوکارہ کی مجلس میں بیٹھا اور اس نے گانا سنا، قیامت کے روز اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا) "قرطبی(

جس طرح کسی گلوکارہ کے شو میں بیٹھ کر گانا سننا حرام ہے، اسی طرح ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور کیسٹوں کے ذریعہ گانا سننا بھی حرام ہے کیونکہ دونوں دراصل ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں۔

(۹) جس آدمی کے پاس گانے والی عورت ہو، اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے!

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کے پاس گلوکارہ ہے، اس کا جنازہ مت پڑھو)" قرطبی(

(۱۰) گانے والیوں کی خرید و فروخت اور ان کی کمائی حرام ہے!

ابی امامہؓ سے روایت ہے

"محمد ا نے مغنیات (گانا گانے والیوں) کی خرید و فروخت اور ان کی کمائی سے منع فرمایا) " (ابن ماجہ:۲/۷۳۳)

(۱۱) گھنٹیاں شیطانی ساز ہے!

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھنٹیاں شیطانی ساز ہیں (مسلم)۔ اسی طرح آپ نے جنگِ بدر کے موقعہ پر اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں الگ کر دینے کا حکم دیا تھا۔

(۱۲) جھانجن (پاؤں کا زیور جس میں آواز ہوتی ہے) بھی شیطانی ساز ہے!

اُمّ المؤمنین ام سلمٰی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا

"جس گھر میں جھانجن یا گھنٹی ہو، اس میں فرشتے نہیں آتے) "(نسائی)

عائشہ ؓ نے فرمایا: میرے پاس ایک لڑکی لائی گئی جس کے پاؤں میں جھانجیں تھیں جو کہ آواز دیتی تھیں۔ عائشہ ؓ نے فرمایا: اسے میرے پاس نہ لاؤ جب تک اس کی جھانجیں کاٹ نہ دو اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

"جس گھر میں جھانجیں ہوں، وہاں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے "(ابوداود)

(۱۳) گانے ساز باجوں اور گانے والیوں کی وجہ سے مسلمان مصیبتوں میں گھر جائیں گے!

علی ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری اُمت پندرہ کام کرنے لگے گی تو اس پر مصائب ٹوٹ پڑیں گے۔ صحابہ ؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سے کام ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب مالِ غنیمت تمام حق داروں کو نہیں ملے گا، امانتیں ہڑپ کرلی جائیں گی، زکوٰۃ تاوان سمجھی جائے گی، خاوند بیوی کا فرمانبردار ہو گا، بیٹا ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست سے نیک سلوک اور باپ سے جفا سے پیش آئے گا، مسجدوں میں لوگ زور زور سے بولیں گے، انتہائی کمینہ ذلیل شخص قوم کا سربراہ ہو گا، کسی آدمی کی شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، شراب نوشی عام ہو گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والی عورتیں عام ہو جائیں گی، ساز باجوں کی کثرت ہو گی اور آنے والے لوگ پہلے لوگوں پر طعن کریں گے) "(ترمذی)

صحابہ کرام اور کابرین اُمت کے ارشادات

☆ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ .سورۃ لقمان"

کے بارے میں عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں

"اس سے مراد گانا بجانا ہے اور تین بار قسم اُٹھا کر اس بات کو دہرایا کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے) "(ابن جریر، ابن ابی شیبہ)

☆ عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں:

"باجے، گانے بجانے کے آلات اور ڈھول اور ساز وغیرہ حرام ہیں"۔(بیہقی)

☆ عبد اللہ بن عمر ؓ کا گزر ایک ایسے قافلہ سے ہوا جو اِحرام کی حالت میں حج کے لیے جا رہے تھے۔ ان میں ایک شخص گا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول نہ کرے (ابن ابی الدنیا)

☆اُمّ المؤمنین عائشہ نے ایک عورت کو گھر پر دیکھا جو گا رہی تھی اور اپنے سر کو خوشی سے گھمارہی تھی اور بڑے بڑے بال رکھے ہوئے تھے۔عائشہ نے فرمایا:

"اُف یہ تو شیطان ہے،اس کو نکالو،اس کو نکالو،اس کو نکالو"

(بخاری)

☆ عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: راگ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ (تلبیس ابلیس ۲۸۰)

☆ امام شعبی جنہوں نے کثیر صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا، فرماتے ہیں:

"گانے والے اور جس کے لئے گایا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو!"(تلبیس ابلیس،ص۲۷۹)

☆فقہاءِ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ،امام مالک،امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ سب گانے بجانے کی حرمت کے قائل ہیں۔

☆جناب احمد رضا خان بریلوی سے کسی نے پوچھا کہ ایک دوست مجھے عرس پر لے گیا،وہاں گانے کے ساتھ ساز اور ڈھول بج رہے تھے، میں نے پوچھا: کیا یہ ناچ شریعت میں حرام ہے، کیا اس طرح رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اولیاءِ کرام خوش ہوتے ہیں یا ناراض ؟جناب بریلوی نے جواب دیا کہ:" ایسی قوالی حرام ہے اور حاضرین سب گناہوں کے مرتکب ہیں،ان سب حاضرین کا گناہ عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے"(احکامِ شریعت)

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت گائے یا مرد، قوالی کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں، الگ الگ مجرہ کریں یا اجتماعی، گانے والا ایک ہو یا جتھا، گانے بجانے، رقص وناچ اور نسوانی جسم کی نمائش کی سب صورتیں ناجائز اور حرام ہیں، ایسے کاموں میں زندگی گزارنے والوں کو فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنی چاہیئے۔معاشرے کی اَخلاقی پستی وتباہی کا سبب دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ گانے بجانے والے پیشہ وَر بھی ہیں جن میں قوال سر فہرست داخل ہیں۔

مشرکین مکہ بھی عبادت کی خاطر بیت اللہ کا ننگا طواف کرتے تھے اور طواف کے دوران منہ میں اُنگلیاں ڈال کر سیٹیاں اور ہاتھوں سے تالیاں بجاتے تھے،اس کو وہ عبادت اور نیکی کا نام دیتے تھے۔ بعینہٖ جس طرح آج کل مسجدوں، آستانوں، مقبروں، مزاروں پر جاہل لوگ رقص کرتے،ڈھول پیٹتے، دھمالیں ڈالتے، ہیرون اور چرس بھی سرعام پیتے ہیں۔کیا یہی ہماری نماز اور عبادت ہے !! نعوذ باللہ من ذلك

قرآن وحدیث کے دلائل، صحابہ کرام اور علماءِ امت کے اَقوال اور احمد رضا خان کے فتووں پر اس قبیل کے لوگ غور کریں اور سوچیں کہ ہم کیسے وادیٔ گناہ میں آنکھیں بند کیے کھچے کھچے جارہے ہیں!!

نقصانات

(۱) گانا بجانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، کیونکہ یہ فعل فواحش اور گندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر یہ کام اچھا ہوتا تو اللہ اور رسول حرام نہ قرار دیتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل إِنَّما حَرَّمَ رَبِّيَ الفَواحِشَ ما ظَهَرَ مِنها وَما بَطَنَ﴾ سورۃ الاعراف

"کہہ دیں: بے شک میرے ربّ نے حرام کیا، ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں"

علانیہ فحش باتوں سے مراد بعض کے نزدیک طوائفوں کے اڈوں پر جاکر بدکاری کرنا اور پوشیدہ سے مراد کسی محبوبہ، گرل فرینڈ سے خصوصی تعلق قائم کرنا ہے بعض کے نزدیک اوّل الذکر سے مراد محرموں سے نکاح کرنا ہے جو حرام ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ کسی صورت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے اور ہر قسم کی ظاہری بے حیائی کو شامل ہے جیسے مخرب اخلاق فلمیں، بے حیائی پر مبنی ڈرامے، فحش اخبارات ورسائل، رقص وسرود اور مجروں، قوالیوں کی محفلیں، عورتوں کی بے پردگی اور مردوں سے بے باکانہ اختلاط، مہندی اور شادی کی رسومات میں بے حیائی کے عام مظاہر وغیرہ سب فواحش ظاہرہ ہیں۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيهِمُ الخَبٰئِثَ﴾

سورۃ الاعراف

"اور حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہی"

نبی ﷺ کے نزدیک جیسے سابقہ احادیث میں گزر چکا ہے کہ گانا بجانا حرام ہے، انہیں حلال قرار دینا اور ان آلات کی خرید وفروخت اور سماع میں مگن ہو جانا اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی صریح مخالفت اور خلاف ورزی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے

﴿فَليَحذَرِ الَّذينَ يُخالِفونَ عَن أَمرِهِ أَن تُصيبَهُم فِتنَةٌ أَو يُصيبَهُم عَذابٌ أَليمٌ ٦٣﴾ سورۃ النور

"سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں کوئی دکھ کی مار نہ پڑے"

آفت سے مراد دلوں کی وہ کجی ہے جو انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ نبی ﷺ کے اَحکام سے سرتابی اور ان کی مخالفت کرنے کا نتیجہ ہے اور ایمان سے محرومی اور کفر پر خاتمہ جہنم کے دائمی عذاب کا باعث ہے۔ پس نبی ﷺ کے طریقے اور سنت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے، اس لیے کہ جو اَقوال واَعمال اس کے مطابق ہوں گے، وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور دوسرے سب مردود ہوں گے۔ (بخاری)

(۲) غیر مذاہب مثلاً عیسائیت وہندومت سے مشابہت ہے کیونکہ ان مذاہب میں موسیقی جائز ہے اور اپنی عبادت میں وہ

باجے گاجے استعمال کرتے ہیں، میت کے سوگ میں موسیقی کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اگر اسلام کے نام لیوا کسی بھی تاویل کے ذریعہ سے اسے جائز قرار دیں تو من تشبّہ بقوم فھو منھم (ابوداود) "جو کسی قوم کی تشبیہ اختیار کرتا ہے وہ انہی سے ہے" کے مصداق ٹھہریں گے۔

(۳) جو قوم اس قسم کی قبیح حرکتوں میں لگ جائے تو منزلِ مقصود بھول جاتی ہے، تباہی وبربادی کا سبب بن جاتی ہے۔ غیر قوموں کو بآسانی دبوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ بغداد کی تباہی اس کی زندہ مثال ہے، اندلس میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن حکمران جب رقص وسرور کی عیاشیوں میں محو ہوئے تو اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ برصغیر پاک وہند میں بھی انگریز کا دور دراز سے آکر قابض ہو جانے کا بڑا سبب مغلوں کا رقص وسرور کی محفلوں کو آباد کرنا اور محلات کو عیش گاہوں میں تبدیل کرنا تھا۔

(۴) دل زنگ آلود ہو کر اللہ کی یاد سے دور ہو جاتے ہیں۔ بے حیائی، نفاق اور دیوثی کو فروغ ملتا ہے، شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکتے ہیں۔ ڈاکہ، چوری، فساد، اغوا، قتل وغارت گھناؤنے جرائم جنم لیتے ہیں۔ جیسے آج معاشرہ ان قباحتوں میں پھنس چکا ہے۔ وہ بچیاں جو والدین کی اطاعت گزار ہوتیں تھیں آج ایسے ہی فلمی گانے سن سن کر من پسند آشناؤں کے ساتھ بھاگ رہی ہیں اور عدالتوں میں حاضر ہو کر والدین کی بجائے آشناؤں کے ساتھ جانے کو ترجیح دیتی ہیں۔

(۵) آنے والی نسل پر منفی اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالد بن ولید ؓ، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد ؒ جیسے غیور سپوت ناپید ہیں اور عام بچیاں عائشہ ؓ اور فاطمہ الزہرا ؓ جیسی عفت مآب خواتین کو اپنے لئے نمونہ بنانے کی بجائے نور جہاں، امّ کلثوم، لتا، عنایت حسین بھٹی اور ابرار الحق ایسے فنکاروں اداکاروں، گلوکاروں کے تذکرے فخر سے کرتی ہیں۔

(۶) دولت کا ناجائز ضیاع ہوتا ہے۔

گانے بجانے کی محفلوں میں شرکت ناجائز اور حرام ہے!

(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ ١٤٠﴾

"اللہ تعالیٰ تم پر اپنی کتاب میں نازل کر چکا ہے کہ جب تم کسی مجلس کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتی کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو گے" سورۃ النساء

ایسی محفلوں کے لیے امر بالمعروف لازمی ہے اور ان میں شرکت کبیرہ گناہ ہے۔ اس آیت سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسی

مجالس اور اجتماعات جن میں اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَحکامات کا قولاً یا عملاً مذاق اُڑایا جارہا ہو، ان میں شرکت ناجائز ہے جیسے آج کل امراء، فیشن ایبل اور مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی محفلوں، شادی بیاہ، سالگرہ، محفلوں اور بسنت کے میلوں پر کیا جاتا ہے۔ "ان جیسا ہونے کی قرانی وعید" اہل ایمان کے دلوں میں کپکپی طاری کرنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ دل میں ایمان ہو!

قوالوں کا اندازِ راگ و غنا اور میراثیوں کا مخلوط مجالس میں ڈھول اور مختلف دھنوں پر نوجوان لڑکیوں کا بن ٹھن کر لڈی بھنگڑا ڈالنا، تھر تھرانا، مٹکنا اور بغل گیر ہونا، اور غیر مردوں کا اس کو شہوت بھری نگاہوں سے دیکھنا... ہر ذی شعور شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس وقت اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احکام کی کس قدر دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں، بھلا کسی طرح ایسے اجتماعات میں شرکت جائز ہو سکتی ہے!!

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰأَیُّهَا الَّذِینَ ءامَنوا لا تَتَّخِذُوا الَّذینَ اتَّخَذوا دینَکُم هُزُوًا وَلَعِبًا﴾ سورۃ المائدۃ

"اے اہل ایمان! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں"

دین کو کھیل اور مذاق بنانے والے چونکہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں، اس لئے ان کے ساتھ اہل ایمان کی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

گانا بجانا شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ ہنسی مذاق ہے!

(۳) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلا تَقرَبُوا الزِّنىٰ إِنَّهُ كانَ فٰحِشَةً وَساءَ سَبيلًا ۳۲﴾

"تم زناکاری کے نزدیک مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے" سورۃ الاسراء

جس طرح زنا بے حیائی کا سبب ہے اور حرام ہے، اسی طرح ہر وہ فعل جو زناکاری کا سبب بنے حرام ہو گا مثلاً کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا، خلوت میں اس سے کلام کرنا، عورت کا بے پردہ ہو کر بن سنور کر گھر سے باہر نکلنا، عورت کے گانے سننا... یہ سب راستے زِناکاری کا پیش خیمہ ہیں۔ ان تمام امور سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سختی سے منع کیا ہے، گویا جو شخص غیر محرم عورتوں کے گانے سنتا ہے تو یہ اس کے کانوں کا زنا لکھا جاتا ہے اور جو آنکھ سے کسی غیر محرم کو دیکھے تو یہ اس کی آنکھوں کا زنا شمار ہوتا ہے۔ جس طرح گانا سننا حرام ہے اس طرح کسی مجلس میں شریک ہو کر مجرہ دیکھنا / سننا بھی حرام ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"دل بھی زنا کرتا ہے، آنکھ بھی زنا کرتی ہے..."۔

گانا بجانا غیر مسلموں کا مشغلہ ہے!

اسلام سے قبل گانے بجانے کے تمام اَطوار عروج پر تھے، عہدِ رسالت میں کافروں نے نبی ﷺ کی دعوت کو جس قدر دبانے کی کوشش کی، تمام حربے آزمائے، ان میں ایک بڑا فتنہ گانے بجانے کا بھی تھا۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشتَرِي لَهوَ الحَدِيثِ.٦﴾ سورۃ لقمان

"کے شانِ نزول میں مختلف اَقوال منقول ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ نضر بن حارث کا شمار مشرکین مکہ کے اہم تاجروں میں ہوتا تھا، وہ مختلف ملکوں میں تجارتی سفر کرتا تھا۔ ایک بار وہ ملک فارس سے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاریخی قصے خرید لایا اور مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد ﷺ تم کو قومِ عاد و ثمود کے واقعات سناتے ہیں، آؤ میں تمہیں ان سے بہتر رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہانِ فارس کے قصے سناتا ہوں۔ (بیہقی)

(۱) ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ یہ تاجر باہر سے ایک گانے والی لونڈی خرید کر لایا اور اس کے ذریعہ اس نے لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ قرآن سننے کا ارادہ کرتے، اپنی اس کنیز سے ان لوگوں کو گانا سنواتا اور کہتا کہ محمد ﷺ تم کو قرآن سنا کر کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزے رکھو اور اپنی جان دے دو، جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے لیکن تم یہ گانا سنو اور جشن طرب مناؤ۔ (بیہقی)

(۲) ابن خطل فتح مکہ کے موقع پر غلافِ کعبہ سے لٹکا ہوا قتل کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور اس نے اپنے ایک ساتھی کو قتل کر دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے دو لونڈیاں گانے والی رکھی ہوئیں تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مذمت اور بدگوئی کرواتا اور ڈانس کرواتا تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو قتل کرنے کا حکم بھی صادر کیا، جن میں ایک قتل کر دی گئی اور دوسری کیلئے امان طلب کی گئی۔ (فتح الباری)

تالیاں اور سیٹیاں بجانے کا کام بھی کافر کرتے اور اسی کو عبادت سمجھتے۔ جس طرح آج ہمارے ہاں دین کے نام پر قوالی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿وَما كانَ صَلاتُهُم عِندَ البَيتِ إِلّا مُكاءً وَ تَصدِيَةً﴾

"اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا تھی" سورۃ الانفال

چنانچہ تمام مسلمان بھائیوں کو غور کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مسلمان مومن کی روح کی غذا ذکر الٰہی سے شغف ہے۔ روح کی غذا گانا بجانا نہیں بلکہ یہ ایک مہلک زہر ہے جس سے دل و جسم میں قلق اور ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ گانا بجانا روح کی نہیں بلکہ بدروح کی غذا ہے۔ مسلمان کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ بے ہودہ مجالس میں حاضر نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ لا يَشهَدُونَ الزّورَ وَإِذا مَرّوا بِاللَّغوِ مَرّوا كِرامًا ۷۲﴾سورۃ الفرقان

"اور جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ شے پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ گزر جاتے ہیں"

زُور سے مراد جھوٹ ہے۔ ہر باطل چیز بھی جھوٹ ہے۔ جھوٹی گواہی سے لے کر کفر وشرک اور ہر طرح کی غلط چیزیں مثلاً لہوولہب، گانا بجانا اور دیگر بے ہودہ جاہلانہ رسوم وافعال سب اس میں شامل ہیں عبادالرحمن کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسی بے ہودہ مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے بلکہ خاموشی اور عزت ووقار کے ساتھ وہاں سے گذر جاتے ہیں۔ کلام اللہ لگاؤ سے سنتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَالَّذينَ إِذا ذُكِّروا بِـٔايٰتِ رَبِّهِم لَم يَخِرّوا عَلَيها صُمًّا وَعُميانًا ۷۳﴾ سورۃ الفرقان

"جب انہیں انکے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر اُن پر نہیں گرتے"

اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر اللہ کی جلالت وعظمت سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّمَا المُؤمِنونَ الَّذينَ إِذا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَت قُلوبُهُم وَإِذا تُلِيَت عَلَيهِم ءايٰتُهُ زادَتهُم إيمٰنًا وَعَلىٰ رَبِّهِم يَتَوَكَّلونَ ۲ الَّذينَ يُقيمونَ الصَّلوٰةَ وَمِمّا رَزَقنٰهُم يُنفِقونَ ۳﴾سورۃ الانفال

"پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔"

ذکر الٰہی سننے سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَإِذا سَمِعوا ما أُنزِلَ إِلَى الرَّسولِ تَرىٰ أَعيُنَهُم تَفيضُ مِنَ الدَّمعِ ۸۳﴾سورۃ المائدۃ

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کتاب کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں"

قرآن پڑھنے سے متقین کے جسم کانپتے اور جسم ودل ذکر الٰہی کی طرف جھک جاتے ہیں:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحسَنَ الحَديثِ كِتٰبًا مُتَشٰبِهًا مَثانِيَ تَقشَعِرُّ مِنهُ جُلودُ الَّذينَ يَخشَونَ رَبَّهُم ثُمَّ تَلينُ جُلودُهُم وَقُلوبُهُم إِلىٰ ذِكرِ اللَّهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهدي بِهِ مَن يَشاءُ ۚ وَمَن يُضلِلِ اللَّهُ فَما لَهُ مِن هادٍ ۲۳﴾ سورۃ الزمر

"اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیتوں پر مشتمل ہے، جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں۔ آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی

طرف جھک جاتے ہیں۔"

یعنی جب اللہ کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کی اُمید ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے تو ان کے اندر سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ قتادہ ؒ فرماتے ہیں اس میں اولیاء اللہ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے، ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ ہوش و حواس باختہ ہو جائیں اور عقل و ہوش نہ رہے کیونکہ یہ بدعتیوں کی صفت ہے اور اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے (ابن کثیر)۔ جیسے آج کل بدعتیوں کی قوالی میں اس طرح کی شیطانی حرکتیں عام ہیں جسے وہ حالتِ بے خودی اور بے ہوشی سے تعبیر کرتے ہیں۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کا معاملہ اس بارے میں کافروں سے چند وجوہ کی بنا پر مختلف ہے:

(۱) اہل ایمان کا سماع قرآنِ کریم کی تلاوت ہے جب کہ کفار کا سماع بے حیا گانے والیوں کی آوازوں میں گانا بجانا سننا ہے (جس طرح اہل بدعت کا سماع مشرکانہ غلو پر مبنی قوالیوں اور نعتیں ہیں)۔

(۲) اہل ایمان قرآن سن کر ڈر کر اَدب، اُمید، محبت، علم و فہم سے رو پڑتے ہیں جب کہ کفار شور کرتے ہیں اور کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔

(۳) اہل ایمان سماعِ قرآن کے وقت اَدب و تواضع اختیار کرتے ہیں جیسے صحابہ ؓ کی عادتِ مبارکہ تھی، جس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ان کے دل اللہ کی طرف پھر جاتے (ابن کثیر)۔

وہ اشعار بغیر ساز کے پڑھے جاسکتے ہیں جو فحش گوئی کی بجائے خیر و حکمت پر مبنی ہوں: **إن من الشعر لحكمة** ... ہر وہ شاعری جو مسلمانوں کے کردار و سیرت کو سنوارے، اسلام کی حمایت میں اور اس میں جھوٹ نہ ہو۔ توحید و سنت کی جھلک اس میں ہو، باطل، بدعت و شرک کی کاٹ کے لیے ہو تو جائز ہے جس طرح اسلام کی حمایت میں حسان بن ثابت ؓ کو خود نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "کافروں کی مذمت بیان کرو... جبریل بھی تمہارے ساتھ ہے" (بخاری)

کون سے اشعار جائز ہیں!

اگر یہ جائز اشعار بھی ساز کے ساتھ پڑھے جائیں تو سابقہ نصوص کی وجہ سے ناجائز ہوں گے۔ لیکن وہ اشعار جو بغیر اُصول و ضوابط کے کسی مذمت و مدح میں ذاتی پسند و ناپسند پر مبنی ہوں، اور وہ غلو اور مبالغہ آرائی سے لبریز ہوں اور شاعرانہ تخیلات میں جھوٹ سچ کے قلابے ملائے گئے ہوں، اگر ساز کے بغیر بھی پڑھے جائیں

تب بھی ناجائز ہیں کیونکہ ایسے شعراء کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں کی بھی... فرمایا

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝﴾ سورة الشعراء

"شاعروں کی پیروی وہی کرتے ہیں جو بہکے ہوتے ہوں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں"

اس قسم کے اشعار کی مذمت میں ہی جامع ترمذی میں فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ

"پیٹ کو ایسی پیپ سے بھر لینا جو اسے خراب کردے، شعروں کے ساتھ سے بھر لینے سے بہتر ہے"

☆☆☆☆☆

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ **"ماہنامہ الحجاز"** کا بغور مطالعہ کر کے اپنی قیمتی مشورے سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

monthlyalhijaz@gmail.com

☆☆☆☆☆

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ -رضي الله عنه-، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً ، وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً ، كُلُّهَا فِي النَّارِ ، إِلاَّ وَاحِدَةً)) قِيلَ وَهِيَ : الْجَمَاعَةُ .[سنن ابن ماجة (5 / 130)]

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بنی اسرائیل 71 فرقوں میں بٹے اور میری امت 72 فرقوں میں بٹے گی ایک کے علاوہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے"، کہا گیا کہ وہ گروہ "الْجَمَاعَةُ" ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ : ((ما انا عليه و أصحابي)) "جس راہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں" (رضوان اللہ علیہم اجمعین) [ترمذی]

ذَاتُ النِطَاقَیْن

اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

جس رات کو سرورِ کائنات ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے غارِ ثور میں تشریف فرما ہوئے، مشرکین نافرجام ساری رات کاشانہ نبوّت کے گرد گھیر اڈال کر اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ نبی کریم ﷺ کب باہر تشریف لائیں اور وہ اپنا ناپاک منصوبہ پورا کریں۔ لیکن ان بدبختوں کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ نے رات کو انکی آنکھیں پٹم کر دی تھیں اور سرور کونین ﷺ سورہ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل کر مکہ معظمہ کو الوداع کہہ چکے تھے۔ سپیدہ سحر نمودار ہوا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بستر اقدس پر علی بن طالب رضی اللہ عنہ کو استراحت فرما دیکھا تو سر پیٹ کر رہ گئے۔ ساری بات ان کی سمجھ میں آگئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ ان کا سرخیل ابو جہل اپنے منصوبے کی ناکامی پر غم و غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور سیدھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔

اندر سے ایک نوجوان خاتون باہر آئیں۔

ابو جہل نے کڑک کر پوچھا: "لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟"

خاتون نے جواب دیا: "میں کیا بتا سکتی ہوں۔"

یہ سن کر ابو جہل نے خاتون کے چہرے پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ کر دور جا گری۔ مظلوم خاتون بڑے صبر اور خاموشی کے ساتھ گھر کے اندر چلی گئیں اور ابو جہل بکتا جھکتا وہاں سے دفع ہو گیا۔

یہ خاتون جنہوں نے فرعونِ قریش ابو جہل کے قہر و غضب کی مطلق پرواہ نہ کی اور ہجرت کے پر خطر راز کو اپنے نہاں خانہ دل میں محفوظ رکھا سیّد المرسلین ﷺ کے یار غار صدیقِ اکبر کی بڑی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔

اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا (بن ابو قُحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی القرشی) کا شمار نہایت بلند رتبہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ والدہ کا نام قتیلہ بنتِ عبد العزّیٰ تھا۔ نانا عبد العزّیٰ قریش کے نامور رئیس تھے۔ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسماء کی سوتیلی بہن تھیں اور عمر میں ان سے چھوٹی تھیں، عبد اللہ بن ابی بکر اسماء رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت نبوی سے ستائیس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ والد ماجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روزِ اوّل ہی سے نہایت اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ اوصاف کے حامل تھے ظاہر ہے ایسے پاکباز اور فرشتہ سیرت باپ کے زیرِ سایہ ان کی تربیت کیسی ہوئی ہوگی۔

قبول اسلام کے لحاظ سے بھی اسماء رضی اللہ عنہا کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ اوائل بعثت میں اس وقت سعادت اندوز اسلام ہوئیں جب صرف سترہ نفوس قدسی مخفی طور پر ایمان لائے تھے۔ اس طرح سابقون الاوّلون کی صف میں ان کا نمبر اٹھارواں ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوا جو اصحاب مبشّرہ میں سے ایک ہیں۔ وہ سرور عالم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور امّ المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

چوتھے سال بعثت کے اوائل میں رحمتِ عالم ﷺ نے علانیہ تبلیغ حق کا آغاز فرمایا تو مشرکین قریش کے قہر وغضب کا آتش فشاں پوری قوت سے پھٹ پڑا اور انہوں نے پرستارانِ حق پر ایسے دلدوز مظالم ڈھانے شروع کر دیئے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایسے کئی مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ مسند ابو یعلیٰ میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کفار کے ہاتھوں جو تکالیف پہنچیں آپ نے ان میں سے کون سی تکلیف زیادہ سخت محسوس دیکھی۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ:

"ایک دن بہت سے مشرکین مسجد حرام میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمدّ نے ہمارے معبودوں کو یہ اور یہ کہا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے۔ تمام مشرکین نبی کریم ﷺ پر جھپٹ پڑے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ان کے شوروغوغا کی آواز پہنچی۔ اس وقت وہ گھر میں ہمارے پاس بیٹھے تھے کسی نے آکر بتایا کہ قریش محمدّ کے قتل پر آمادہ ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام کی طرف بھاگ کر گئے۔ اس وقت ان کے سر پر چار زلفیں تھیں اور وہ کفار سے کہہ رہے تھے، تمہارا ناس جائے کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے رب کی جانب سے واضح دلائل لے کر آیا ہے، مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے، اتنا زدو کوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے جب انہیں اٹھا کر گھر لائے تو زخموں کی وجہ سے ان کی یہ حالت تھی کہ ہم سر کی جس مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تھے بال جھڑ جاتے تھے اور ابو بکر کہہ رہے تھے

تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔"

اپنے آقا مولا، شفیق والد گرامی اور دوسرے اہل حق پر ظلم و ستم

کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھ کر اسماء رضی اللہ عنہا کے دل پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تاہم وہ نہایت صبر واستقامت کے ساتھ یہ روحانی کلفت سہتی رہیں تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی جازت دے دی۔

سفر ہجرت میں اسماء رضی اللہ عنہا کے پدرِ گرامی کو "رفاقتِ خیر البشر" کا مہتم بالشّان شرف حاصل تھا۔ شب ہجرت کو نبی کریم ﷺ نے اپنے بستر مبارک پر اپنے جاں نثار ابن عمّ علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو سلایا اور خود سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے دشمنوں کے درمیان سے گزر کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غافل کیا کہ انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کب اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے گئے۔ ابو بکر صدیق نے اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر فوراً سامان سفر درست کیا، اسماء رضی اللہ عنہا نے دو تین دن کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اسے ایک تھیلے میں ڈالا اور ایک مشکیزے میں پانی ڈالا۔ اتفاق سے تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کیلئے گھر میں کوئی رسّی موجود نہیں تھی اور وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، اسماء رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنا کمر بند (نطاق) کھول کر اسکے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے کھانے کے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزے کا۔

رحمت عالم ﷺ اسماء رضی اللہ عنہا کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور انہیں "ذات النطاقین" کا لقب عطا فرمایا۔

بعض روایتوں میں اس واقعے کو ایک دوسری صورت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ شب ہجرت میں نبی کریم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیّت میں مکے سے نکل کر غارِ ثور میں نزول اجلال فرمایا۔ اسماء رضی اللہ عنہا اس راز سے آگاہ تھیں وہ روزانہ رات کو اپنے بھائی عبد اللہ بن ابی بکر کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں اور نبی کریم ﷺ اور اپنے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تازہ کھانا کھلا کر واپس آتیں۔ تیسری رات کے آخری حصے میں عبد اللہ بن اریقط (ا) جسے رہنمائی کے لئے مقرر کیا گیا تھا حسب ہدایت دو اونٹنیاں لے کر غارِ ثور پہنچ گیا، اسی وقت اسماء رضی اللہ عنہا بھی ایک تھیلی میں کھانا ڈال کر آ پہنچیں۔ جلدی میں گھر سے چلتے وقت اس کو باندھنے کیلئے کوئی چیز ساتھ لانے کا خیال نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا نطاق (وہ رومال یا کپڑا جو عورتیں اس زمانے میں قمیص کے اوپر کمر پر لپیٹتی تھیں) کھول کر اسے پھاڑا۔ ایک حصے سے زادِ راہ کے تھیلے کا منہ باندھ کر ایک اونٹنی کے کجاوے کے ساتھ لٹکا دیا اور دوسرا حصہ اپنی کمر کے ساتھ لپیٹ لیا۔ اسی لئے انہیں ذات النِطاقین کہا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان یہ ہے کہ جب توشہ دان کو باندھنے کیلئے اور کوئی چیز نہ ملی تو میرے والد نے مجھے

اپنا نِطاق پھاڑنے کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے میرا نام ذات النِطاقین رکھا گیا۔

بعض روایتوں میں ان کا لقب ذات النطاق بھی بیان کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری باب الہجرہ) میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء رضی اللہ نے اپنے نطاق کا ایک ٹکڑا پھاڑا اور اسکو تھیلی کے منہ پر لپیٹا اسی لئے ان کا نام "ذات النطاق" پڑ گیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابنِ زبیر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ماں ذات النطاق ہیں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذات النِطاقین" بھی کہتے تھے اور "ذات النِطاق" بھی۔

وقعہ کی صورت خواہ کچھ بھی ہو، اس خدمت کی بدولت اسماء رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ رسالت سے جو لقب مرحمت ہوا وہ آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود زندہ ہے اور تاابد زندہ رہ کر ان کے عزّوشرف پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا رہے گا۔ شبِ ہجرت کی صبح کو وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ جب ابو جہل بکتا جھکتا چلا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نابینا والد ابو قُحافہ (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) اسماء رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر بولے۔ "بیٹی ابو بکر نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈالا ہے خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی گھر میں رکھا ہوا سارا روپیہ ساتھ لے گئے تھے، لیکن اسماء رضی اللہ عنہا نے ضعیف العمر اور نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور جواب دیا: "نہیں دادا جان انہوں نے خیرِ کثیر ہمارے لیے چھوڑی ہے۔" پھر انہوں نے ایک تھیلے میں کچھ پتھر ڈالے اور اور اس گڑھے یا طاق میں رکھ دیئے جہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ ابو قُحافہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا: " داداجان، آپ ہاتھ لگا کر دیکھ لیں یہ کیا رکھا ہے۔" ابو قُحافہ نے اس کپڑے کی پوٹلی پر ہاتھ رکھا تو مطمئن ہو گئے اور بولے:

"ابو بکر نے اچھا کیا تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا۔"

ہجرت کے بعد رحمتِ عالم ﷺ نے چند دن قُبا میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرّف فرمایا۔ چند ماہ بعد نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو مکے بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کے اہل خانہ اور متعلّقین کو مدینہ لے آئیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اریقط کو اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی اپنی والدہ (امّ رومان رضی اللہ عنہا) اور بہنوں کو مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ امّ المؤمنین سودہ، فاطمہ الزہراء، امّ کلثوم رضی اللہ عنہما اور امّ یمن (زوجہ زید رضی اللہ

عنہ)اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ امّ رومان رضی اللہ عنہا، اسماء اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کو لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے چند دن بعد اپنے شوہر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہا اور خوشدامن صفیّہ بنتِ عبد المطّلب کے ساتھ ہجرت کی اور قُبا میں قیام کیا لیکن جمہور اربابِ سیئر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

صحیح بخاری میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت نبوی ﷺ سے کچھ عرصہ پہلے زبیر رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ شام گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے سفر ہجرت کے دوران وہ شام سے پلٹ رہے تھے۔ راستے میں کسی جگہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (اپنے خسر) کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے تحفۃً پیش کئے اور آپ یہی کپڑے زیبِ تن فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مکہ واپس پہنچ کر زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی تیاری کی اور اپنی والدہ صفیّہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آگئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قُباء میں مستقل اقامت اختیار کی اور وہیں اسماء رضی اللہ عنہا کو بھی (خاص مدینہ منورہ شہر سے) بلا لیا۔ ہجرت کے بعد اتفاق سے عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ اس پر یہود مدینہ نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کا سلسلہ نسل منقطع کر دیا ہے۔ یہی دن تھے کہ سنہ ا ہجری میں اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے مولودِ اوّل تھے۔(۱) مسلمانوں کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت پر بیحد مسرت ہوئی اور انہوں نے فرط انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔ یہودی سخت شرمندہ ہوئے کیونکہ ان کے چل ُتلبیس کا پردہ چاک ہو گیا۔

اسماء رضی اللہ عنہا (بچے) عبد اللہ کو گود میں لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے بچے کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا۔ ایک کھجور اپنے دہن مبارک میں ڈال کر چبائی اور پھر اسے اپنے لعابِ دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبد اللہ کے منہ میں ڈالا۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے بچے کے لیے دعائے خیر و برکت مانگی۔ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انہی بھانجے کے نام پر اپنی کنّیت "امّ عبد اللہ" رکھی تھی۔

مدینہ منورہ (قباء) میں اقامت گزین ہونے کے بعد اسماء رضی اللہ عنہا نے پہلے چند سال بڑی تنگی ترشی سے بسر کیے۔ اس زمانے میں ان کے شوہر زبیر رضی اللہ عنہ بہت مفلس اور تنگدست

تھے اور ان کی ساری متاع لے دے کے ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں نخلستان بنی نضیر میں کچھ زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی چنانچہ شروع شروع میں وہ اسکی کاشت کرکے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے تھے۔ یہ زمین مدینہ منورہ سے تین فرسخ دور تھی۔ اسماء رضی اللہ عنہا روزانہ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کرکے لاتیں، انہیں کوٹ کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں، گھوڑے کیلئے گھاس مہیا کرتیں، پانی بھرتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں۔ ان کاموں کے علاوہ گھر کا دوسرا سب کام بھی خود انجام دیتی تھیں۔ روٹی اچھی طرح پکا سکتی تھیں۔ پڑوس میں چند انصاری خواتین تھیں، وہ ازراہِ محبت و اخلاص ان کی روٹیاں پکا دیتیں تھیں۔ صحیح بخاری میں خود اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”زبیر نے مجھ سے نکاح کیا، اس وقت ان کے پاس نہ تو زمین تھی نہ غلام، نہ کچھ اور سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو دانہ کھلاتی تھی، پانی بھرتی تھی، ڈول سیتی تھی، آٹا گوندھتی تھی۔ انصار کی کچھ عورتیں جو میری ہمسایہ تھیں، روٹی پکا دیتی تھیں، وہ عورتیں مخلص تھیں، میں زبیر کی زمین سے جو انہیں نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی تھی، سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے تین فرسخ کی مسافت پر تھی۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور طبرانی نے اسماء رضی اللہ عنہا کی تنگدستی کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان کیا ہے جو خود اسماء رضی اللہ عنہا کی زبانی مذکور ہے۔ وہ کہتی ہیں ”ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی جو رسول اللہ ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی، یہ بنو نضیر کی زمین کہلاتی تھی۔ ایک دن زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہیں باہر گئے۔ ہمارا ایک یہودی پڑوسی تھا، اس نے ایک بکری ذبح کی اور بھونی۔ اسکی خوشبو میری ناک تک پہنچی تو مجھے ایسی سخت اشتہا پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان دنوں میری بیٹی خدیجہ پیدا ہونے والی تھی، مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں یہودی عورت کے پاس آگ لینے گئی اس ارادہ سے کہ شاید وہ مجھ سے کھانے کی بات پوچھے ورنہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں پہنچ کر خوشبو سے میری اشتہا میں اور اضافہ ہو گیا لیکن یہودیہ نے مجھ سے کھانے کی بات ہی نہ کی۔ میں آگ لے کر اپنے گھر آ گئی اور کچھ دیر بعد پھر یہودیہ کے گھر گئی پھر بھی اس نے کھانے کی بات نہ کی۔ تیسری مرتبہ پھر میں نے اس کے گھر پھیرا ڈالا لیکن کسی نے بات نہ پوچھی۔ اب میں اپنے گھر میں بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی میری اشتہا کا سامان مہیا کر دے۔ اتنے میں یہودیہ کا شوہر اپنے گھر آیا اور آتے ہی پوچھا، کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ یہودیہ نے کہا، ہاں

پڑوس کی عرب عورت آئی تھی۔ یہودی نے کہا: جب تک اس گوشت میں سے تو اس کے پاس کچھ نہ بھیجے گی میں ہرگز اسکو نہ کھاؤں گا۔ (کیونکہ اس کو ڈر تھا کہیں کھانے کو نظر نہ لگ گئی ہو) چنانچہ اس نے میرے پاس گوشت کا ایک پیالہ بھیج دیا۔ (اس زمانے میں) میرے لیے اس جگہ اس سے زیادہ پسندیدہ اور عجیب کوئی کھانا نہ تھا۔"

یہ روایت اسماء رضی اللہ عنہا کی صاف گوئی پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی عسرت اور ایک بشری کمزوری کا حال صاف صاف بیان کر دیا ہے۔

اسی زمانے میں ایک دن اسماء رضی اللہ عنہا کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر لادے چلی آ رہی تھیں کہ راستے میں رسول کریم ﷺ کچھ اصحاب کے ہمراہ مل گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چاہا کہ اسماء رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو جائیں لیکن اسماء شرم کی وجہ سے اونٹ پر نہ بیٹھیں اور گھر پہنچ کر زبیر رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: "سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آئی لیکن رسول اللہ ﷺ کے اونٹ پر بیٹھنے میں شرم مانع ہوئی۔"

کچھ عرصہ بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسماء اور زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا کیا جس نے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت سنبھال لی اور اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کچھ کم ہوئی۔

شروع شروع میں اسماء رضی اللہ عنہا افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ سرکارِ دوعالم کو معلوم ہوا تو آپ نے اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"اسماء ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی نپی تلی روزی دے گا۔"

اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے قول کو جزِ جان بنالیا اور کھلے دل سے خرچ کرنے لگیں۔ خدا کی قدرت اسی وقت سے زبیر رضی اللہ عنہ کی آمدنی بڑھنے لگی اور تھوڑی سی مدت میں ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔

آسودہ حالی کے بعد بھی اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی سادہ وضع نہ ترک کی ہمیشہ روکھی سوکھی روٹی سے شکم پری کرتیں اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنتیں، البتہ اپنی دولت کو خُر خیرات کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرتیں تھیں۔ جب کبھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ حاجت مندوں کی امداد کیلئے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو اللہ بھی تمہیں اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا ہاں جو صدقہ کرو گے اور راہِ خدا میں خرچ کرو گے وہ تمہارے کام آئیگا اس ذخیرہ کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی سادہ اور درویشانہ وضع آخری دم تک

بر قرار رکھی۔ علامہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ کہ ان کی زندگی کے آخری دور میں ان کے صاحبزادے منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ عراق کی فتح کے بعد لڑائی کے میدان سے واپس آئے تو ان کے مال غنیمت کے حصے میں کچھ قیمتی زنانہ کپڑے بھی تھے۔ انہیں لے کر اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ کپڑے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: " بیٹا مجھے تو موٹا کپڑا پسند ہے۔ " چنانچہ منذر رضی اللہ عنہ ان کے لئے موٹے کپڑے لائے جو انہوں نے خوشی سے قبول کر لئے۔ اور فرمایا: " بیٹا مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو۔ "

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ عائشہ اور والدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ سخی اور کریم النفس کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا جوڑ جوڑ کر جمع کرتی تھیں اور جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو سب کی سب راہِ خدا میں لٹا دیتی تھیں اور اسماء رضی اللہ عنہا جو کچھ پاتی تھیں اسی وقت تقسیم کر دیتی تھیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے ترکے میں ایک جائداد پائی تھی۔ اس کو انہوں نے ایک لاکھ درہم پر فروخت کر دیا اور ساری رقم قاسم بن محمدؓ اور ابن ِ ابی عتیق کو (جو ان کے قرابت دار تھے) دے دی کیونکہ وہ حاجت مند تھے۔ (یہ واقعہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے)۔

باوجود کشادہ دستی اور فیاضی کے اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے گھر بار کی حفاظت انتہائی دیانتداری سے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ زبیر رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری میں ایک سوداگر آیا اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر التجا کی کہ اپنے گھر کی دیوار کے سائے میں مجھے سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔ بولیں:

" اگر میں اجازت دے دوں اور زبیر انکار کریں تو بڑی مشکل بن جائیگی۔ تم زبیر کی موجودگی میں آ کر اجازت طلب کرنا۔ "

زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو سوداگر پھر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر درخواست کی:

" امّ عبد اللہ! میں مسکین آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سائے میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں۔ "

بولیں: " میرے گھر کے سوا تمہیں مدینہ میں کوئی اور گھر نہ ملا؟ "

زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک مسکین کو بیع اور شراء سے روکتی ہو۔ "

اسماء رضی اللہ عنہا نے فوراً اجازت دے دی کیونکہ ان کا دلی منشاء بھی یہی تھا۔

اسماء رضی اللہ عنہا کا دستِ سخاوت بیحد کشادہ تھا لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک دن سرور عالم ﷺ سے پوچھا:

"یارسول اللہ! کیامیں شوہر کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر یتیموں اور مسکینوں کو کچھ دے سکتی ہوں؟"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہاں دے سکتی ہو۔"

ایک مرتبہ رحمتِ عالم ﷺ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ تمام صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشادِ نبوی کی تعمیل کی۔ صحابیات نے اپنے زیور تک اتار کر دے دیے۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی تھی، انہوں نے اسے فروخت کر دیا اور پیسہ لے کر بیٹھ گئیں۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو انہوں نے اسماء سے روپیہ مانگا۔ انہوں نے فرمایا "میں نے صدقہ کر دیا ہے۔"

زبیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے وہ بھی طالب تھے۔

اسماء رضی اللہ عنہا نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں لیکن ان کی والدہ قُتیلہ بنتِ عبدالعزیٰ شرف اسلام سے بہرہ یاب نہ ہوئیں۔ اسی لئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو ہجرت سے پہلے طلاق دے دی تھی۔ (ایک روایت کے مطابق طلاق کے بعد انہوں نے کسی دوسرے شخص سے شادی کر لی تھی) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ قُتیلہ مدینہ منورہ آئیں اور اسماء رضی اللہ عنہا نے کچھ روپے مانگے۔ اسماء رضی اللہ عنہا ان کی مدد کرنا چاہتی تھیں لیکن ان کے شرک کی وجہ سے روپے دینے میں متامّل ہوئیں اور رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ "یارسول اللہ! میری والدہ مشرک ہیں اور وہ مجھ سے روپے مانگتی ہیں، کیا میں ان کی مدد کر سکتی ہوں اور ان کے سوال کو پورا کر سکتی ہوں؟"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں" (یعنی اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو(

ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سے نہیں روکتا۔"

طبقات ابن سعد اور مسندِ احمد بن حنبل میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ ان کے لئے کچھ تحائف لے کر ملنے آئیں، اسماء رضی اللہ عنہا کی غیرت دینی نے گوارا نہ کیا کہ اپنی مشرک ماں کے تحائف قبول کریں یا انہیں اپنے مکان میں ٹھہرائیں۔ چنانچہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی معرفت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اس موقع پر میرے لئے کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے تحائف قبول کر لو اور ان کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ نبی کریم ﷺ سے اجازت ملنے پر انہوں نے اپنی والدہ کو اپنے مکان میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور ان کے تحفے قبول کر لیے۔

اسماء رضی اللہ عنہا کمال درجے کی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ کثرت

عبادت کی وجہ سے ان کے تقدّس کا عام شہرہ ہو گیا تھا اور طرح طرح کے مریض ان کے پاس دعائے خیر کرانے آتے تھے۔ اگر کوئی بخار کا مریض آتا تو اسکے لیے دعا کرتیں اور پھر اس کے سینے پر پانی چھڑکتیں، اللہ تعالیٰ اسے شفا دے دیتا۔ فرمایا کرتی تھیں:

"میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بخار نار جہنّم کی گرمی ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔"

سرور کونین ﷺ کا ایک جبّہ امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ جبّہ مبارک اسماء رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا اور جب تک زندہ رہیں اسے اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ اگر کبھی گھر میں کوئی علیل ہو جاتا تو اس جبّہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی مریض کو پلا دیتی تھیں۔ اسکی برکت سے مریض کو شفا ہو جاتی تھی۔ خود اسماء رضی اللہ عنہا کو کبھی درد سر ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ میں پکڑ کر کہتیں۔ "الٰہی اگرچہ میں بہت خطاکار ہوں لیکن تیری رحمت اور فضل بے پایاں ہے۔" اللہ تعالیٰ انہیں آرام دے دیتا۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ متعدد صحابیات جن میں اسماء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کو کئی گھنٹے طول دیا۔ اسماء رضی اللہ عنہا کی طبیعت کچھ کمزور تھی، تھک کر چور چور ہو گئیں لیکن بڑے استقلال سے کھڑی رہیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں۔ چہرے اور سر پر پانی چھڑکا گیا تو ہوش میں آئیں۔

صحیح بخاری میں خود اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"ایک دفعہ سورج کو گرہن لگا تو میں عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النّبی ﷺ کے ہاں گئی۔ وہاں دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور عائشہ بھی نماز میں مشغول تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا، سبحان اللہ۔ میں نے پوچھا، کیا یہ خدائی نشانی ہے؟ انہوں نے اشارے سے اثبات میں جواب دیا چنانچہ میں بھی نماز کیلئے کھڑی ہو گئی۔ (نماز اتنی طویل ہوئی کہ تھکاوٹ کے مارے) مجھے غش آ گیا اور بعد میں میں نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "میں نے ابھی جو کچھ بھی دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ دوزخ اور جنّت بھی میرے مشاہدے میں آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ تم لوگ قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے جیسا کہ فتنہ دجّال کے موقعے پر تمہاری آزمائش ہو گی۔ فرشتے تم میں سے ہر ایک کی طرف آئینگے اور (میری صورت دکھا کر) پوچھیں گے، کیا تم ان کو جانتے ہو؟ مومن جواب دے گا۔ یہ محمد ﷺ ہیں جو

ہماری طرف واضح حق اور ہدایت کے ساتھ آئے۔ ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی متابعت کی۔ پس فرشتے ان سے کہیں گے تم اب چین کی نیند سو جاؤ کیونکہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم مومن ہو۔ اس کے برعکس ایک منافق یا شک رکھنے والا آدمی جواب دے گا کہ مجھے نہیں معلوم لیکن میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا اور میں نے بھی (ان کے دیکھا دیکھی) اسی طرح کہہ دیا (پس وہ فرشتوں کے عتاب کی زد میں آجائیگا۔)

اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں کئی حج کیے۔ صحیحین میں ہے کہ انہوں نے پہلا حج سرور عالم ﷺ کے ساتھ کیا تھا اور اسکی ذرا ذرا تفصیل ان کو یاد تھی۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ایک دفعہ حج کیلئے گئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تورات کو نماز پڑھی۔ چاند ڈوبنے کے بعد رمی کیلئے گئیں اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ غلام نے جو ساتھ تھا کہا آپ نے بڑی جلدی کی ہے، فرمایا نبی کریم ﷺ نے پردہ نشینوں کو اسکی اجازت دی ہے، جب حجون سے گزرتیں تو فرماتیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہاں ٹھہرے تھے۔ اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا، ہم نے اور عائشہ اور زبیر نے عمرہ کیا تھا۔

اسماء رضی اللہ عنہا بہت نڈر اور شجاع تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد وہ اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ شام کے میدانِ جہاد میں تشریف لے گئیں اور کئی دوسری خواتین کے طرح یرموک کی ہولناک لڑائی میں جنگی خدمات انجام دیں۔

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں مدینہ منورہ میں بہت بدامنی پھیل گئی اور کثرت سے چوریاں ہونے لگیں۔ اس زمانے میں اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا، آپ ایسا کیوں کرتی ہیں تو جواب دیا، اگر کوئی چور یا ڈاکو میرے گھر آئیگا تو اس خنجر سے اسکا پیٹ چاک کر دونگی۔

اسماء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا قوی حافظہ عطا کیا تھا اور وہ کبھی بھی اپنے بچپن اور جوانی کے واقعات بڑی صحت کے ساتھ بیان کیا کرتی تھیں۔ "واقعہ فیل" تاریخ کا مشہور واقعہ ہے اور اسکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اس واقعہ میں یمن کے حبشی ابرہہ نے ایک جزار لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ پر فوج کشی کی تھی۔ اس کے لشکر میں "محمود" نامی ایک دیو پیکر ہاتھی اور چند دوسرے (ساتھ آٹھ یا بروایتے بارہ) ہاتھی بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لشکر پر خاص قسم کے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو "اصحاب الفیل" پر کنکریاں برسانے لگے اور آن کی آن میں ان کو کھائے ہوئے بھوسے (عصف ماکول) کی مانند کر کے رکھ دیا۔ خدا کی قدرت سے اس لشکر میں سے دو فیل

بان(ایک مہاوت اور ایک چر کٹا یعنی ہاتھی کیلیئے چارہ لانے والا) کسی طرح بچ گئے لیکن ان کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی کیونکہ وہ اندھے اور لُنجے ہو گئے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نشان عبرت بنانے کیلیئے زندہ چھوڑ دیا۔ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ان دونوں لُنجے فیل بانوں کو اساف اور نائلہ (بتوں) کے پاس بیٹھے دیکھا ہے کہ بھیک مانگا کرتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل العددی القرشی ان مستقیم الفطرت انسانوں میں تھے جو کفر و شرک کے ظلمت کدہ (جاہلی عرب) میں توحید کے علمبر دار تھے۔ انہیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل کسی نے بلادِ لخم میں قتل کر ڈالا تھا۔ ایک مرتبہ ان کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور نبی کریم ﷺ ان کے عقیدہ توحید اور محاسن اخلاق کے مدّاح تھے۔ سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، زید کے فرزند سعید رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشّرہ میں سے ہیں) کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زید کے خیالات کا آپ کو علم ہے کیا ہم انکے لیے دعائے مغفرت کریں۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ زید بن عمرو کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے ان کی وفات دین ابراہیم پر ہوئی۔"

ایک اور روایت میں زید کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا ایک امّت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے لڑکپن میں زید کو دیکھا تھا اور ان کے محاسن اخلاق کا اچھی طرح مشاہدہ کیا تھا۔ صحیح بخاری میں اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا، کعبہ کی دیوار کا سہارا لیے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے اے گروہِ قریش واللہ میرے سوا تم میں سے کوئی دینِ ابراہیم پر نہیں ہے۔ وہ مَوؤدہ کو جِلا لیتے تھے (یعنی زندہ رکھتے تھے) جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو مارنا چاہتا تھا تو وہ کہتے تھے اسے مت قتل کرو میں اس کا بار اٹھاؤنگا، یہ کہہ کر لے جاتے تھے جب جوان ہو جاتی تھی اس کے باپ سے کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو اس کو لے جاسکتے ہو ورنہ میرے پاس رہنے دو۔ میں اسکے اخراجات برداشت کروں گا۔

طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا یعنی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ موّرخین نے طلاق کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں لیکن اصل سبب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ قیاسِ غالب یہ ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان بعض خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ درشتی تھی۔

جاری ہے

Catching the Rak'ah of Congregational Prayer

Q: If someone joins the congregation while the *imaam* is making *rukoo'*, has he caught that *rak'ah*? And what do you know about the position of those who say that he has not caught that *rak'ah* and it must be repeated?

[ANSWERED by Shaykh Muhammad 'Umar Baazmool, (Instructor at Umm Al-Quraa University in Makkah)]

This is an old issue, an issue of great differing amongst the scholars: Does the person who reaches the congregation during the *rukoo'* get credit for that *rak'ah* or not?

The majority of the scholars, among them some of the senior Companions (may Allaah be pleased with them all), view that the *rak'ah* has been caught when one catches the *rukoo'*.

Other scholars, some of the Companions as well, like Aboo Hurayrah (may Allaah be pleased with him), and like the great scholar Imaam Al-Bukhaaree, have understood that the *rak'ah* has not been caught in such a case. This position has also been attributed to Ibn Khuzaymah and his student, Aboo Bakr Ad-Duba'ee. Also, Taqee Ad-Deen 'Alee ibn 'Abdil-Kaafee As-Subkee supported Al-Bukhaaree's position in a small book he wrote about this subject. Al-Mu'al-limee also chose this position and supported Al-Bukhaaree. And Shaykh Taqee Ad-Deen Al-Hilaalee also authored a small book in this subject, supporting the position of Al-Bukhaaree.

They held the position that the *rak'ah* has not been caught by merely catching the *rukoo'*, and that a man absolutely must catch the *qiyaam* (standing) with the *imaam* and recite *Soorah Al-Faatihah*. This is due to his statement (*sallallaahu 'alayhe wa salam*):

لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب

"There is no prayer for the one who does not recite the 'Opening of the Book' (*Soorah Al-Faatihah*)**."** [1]

The generality of this hadeeth proves that a person has not caught the *rak'ah* if he has not recited*Soorah Al-Faatihah*.

However, the majority of the scholars hold the position that such a person has actually caught the*rak'ah*, and that the *imaam*'s recitation of *Soorah Al-Faatihah* suffices the followers. Their proof for this is the hadeeth of Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*), when Aboo Bakrah Nufay' ibn Al-Haarith came to the masjid while the Messenger (sallallaahu 'alayhe wa sallam) was making *rukoo'*. He (Aboo Bakrah) made *rukoo'* on his own before reaching the row, and then stepped forward until he reached the row. After the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) completed the prayer, he asked:

من هذا الذي ركع ثم مشى إلى الصف؟

"Who was the one who made *rukoo'* and then stepped up to the row?"

So Aboo Bakrah said, *"It was I, O Messenger of Allaah."* So he said:

زادك الله حرصًا ولا تعد

"May Allaah increase you in vigilance! Do not repeat (that)**."** [2]

So they say that the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) did not order him to make up that*rak'ah* that he caught when he made *rukoo'*. They say: *Laa yajooz ta'kheer al-bayaan 'an waqtil-haajah.* [3]

They also use another hadeeth that comes by a number of routes on the authority of Jaabir. Many of the scholars authenticated it (by way of its numerous routes). It is the hadeeth of the Messenger (*sallallaah 'alayhe wa sallam*) when he said:

من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة

"Whoever has an *imaam*, then the *imaam*'s recitation is his recitation." [4]

So they say that this hadeeth proves that the *imaam*'s recitation suffices the follower's obligation to recite *Soorah Al-Faatihah*.

This opinion is also aided by the fact that it is the reported position of Aboo Bakr As-Siddeeq, and 'Umar as well, and a number of the senior Companions, like Ibn Mas'ood and others from the Companions known for their *fiqh*, may Allaah be pleased with them all.

As for the opinion of Imaam Al-Bukhaaree, then he used the generality of the narrations of the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*), and general principles understood from the narrations that order us to stand, recite *Soorah Al-Faatihah*, make *rukoo'*, and perform the rest of the pillars of the prayer.

So they say a *rak'ah* that is missing two pillars, the pillar of *qiyaam* and the pillar of the recitation of*Soorah Al-Faatihah*, how could it be acceptable? So they judged, based on this, that the man who came and made *rukoo'* with the *imaam* has been credited with joining the congregation, *in shaa' Allaah*, but he did not catch that *rak'ah*. They say this is because he has not recited *Soorah Al-Faatihah* in this rak'ah, as the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) said:

لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب

"There is no prayer for the one who does not recite the 'Opening of the Book' (*Soorah Al-Faatihah*)**."** [1]

And also in the hadeeth of the one who prayed badly, when he taught the man to recite *Soorah Al-Faatihah* in every rak'ah, he then said (what means): **"And do likewise in all of your prayers."**[5]

This shows that a person is required to recite *Soorah Al-Faatihah* in each and every *rak'ah*.

They also reply to those who use the hadeeth:

من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة

"Whoever has an *imaam*, then the *imaam*'s recitation is his recitation." [4]

saying that this is for those who are actually praying behind him. So the one who joins during the*rukoo'*, he was not present when the *imaam* was reciting *Soorah Al-Faatihah*, so then the *imaam*'s recitation is not sufficient for him, thus nullifying their angle of proof from the narration.

As for the narration of Aboo Bakrah Nufay' ibn Al-Haarith:

زادك الله حرصًا ولا تعد

"May Allaah increase you in vigilance! Do not repeat (that)**."** [2]

They responded with a number of replies:

Firstly, this hadeeth is collected by Al-Bukhaaree in his book *Recitation Behind the Imaam* and by At-Tabaraanee in *Al-Mu'jam Al-Kabeer*, and it has an additional phrase. He said:

زادك الله حرصًا ولا تعد، صل ما أدركت واقض ما سبقك

"May Allaah increase you in vigilance! Do not repeat that. Whatever you have caught, then pray it; whatever you missed, then make it up." [6]

This authentic additional phrase has witnessing narrations in *Saheeh Muslim* and elsewhere to support it. For example, he (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) said:

إذا نودي بالصلاة فأتوها وأنتم تمشون وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا

"If the prayer is established, then go to it and be peaceful. Whatever you catch, then pray it; whatever you miss, then complete it." [7]

They say that this order from the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) was already well established, so it shows something that it was repeated to Aboo Bakrah to explain what was upon him. So the Messenger (*sallallaahu 'alayhe wa sallam*) said to him:

زادك الله حرصًا ولا تعد، صل ما أدركت واقض ما سبقك

"May Allaah increase you in vigilance! Do not repeat that. Whatever you have caught, then pray it; whatever you missed, then make it up." [6]

So based on this hadeeth, those who hold this second opinion that a person has not caught the*rak'ah* in this case, then he must stand up and pray that *rak'ah* when the *imaam* finishes.

The *fatwaa* that we have here is the position of the majority of the scholars. Shaykh Ibn Baaz, Shaykh Al-Albaanee, Shaykh Ibn ‘Uthaymeen, and other scholars, may Allaah have Mercy on the dead from them, and preserve those of them who are alive, have all issued this same verdict [that the *rak’ah* has been caught by catching the *rukoo’* with the imaam].

The one I choose for myself is the position of Imaam Al-Bukhaaree, due to the generality of the texts. Imaam Ash-Showkaanee, may Allaah have Mercy on him, preferred the position of Al-Bukhaaree in *Nayl Al-Owtaar*. Although it appears he also has another statement about this issue elsewhere, this is still something found in *Nayl Al-Owtaar*, that the *rak’ah* has not been caught by merely catching the *rukoo’*.

Shaykh Badee’ Ad-Deen As-Sindee also wrote on this issue specifically. He also preferred the position of those who do not see that the *rak’ah* has been caught. He called this book *Al-Lum’ah fee ‘Adami Idraakir-Rukoo’ liman adraka ar-Rak’ah*, or something like this.

This issue, in reality, is an issue of great differing, and one that is difficult to conclude one way or the other. So the position that I have chosen for myself seeking the safest position, just as Shaykh Al-Mu’al-limee chose to safeguard himself, that the *rak’ah* is not caught merely by the catching of the*rukoo’*, due to the deficiency found, since two of the pillars of the prayer are missing: the pillar of *qiyaam* and the pillar of the recitation of *Soorah Al-Faatihah*.

I also came across a book by Shaykh Muhammad Taqee Ad-Deen Al-Hilaalee on this same topic a while ago. In it, he also supported the position of Imaam Al-Bukhaaree, and Allaah knows best.

FOOTNOTES

[1] Saheeh Al-Bukhaaree #756, Saheeh Muslim #394

[2] Saheeh Al-Bukhaaree #783, Musnad Ahmad (5/45), this is the wording of Ahmad.

[3] Laa yajooz ta’kheer al-bayaan ‘an waqtil-haajah: a fiqh principle meaning that so long as there was a need for clarification, the Messenger (sallallaahu ‘alayhe wa sallam) would have been obliged to clarify the ruling. Thus, the absence of any clarification indicates that what was done was sufficient and valid.

[4] The authenticity of this hadeeth is differed over. Al-Albaanee discusses its many chains in Irwaa’ Al-Ghaleel #500 (2/268).

[5] Saheeh Al-Bukhaaree #757

[6] Al-Haythamee mentioned it in Majma’ az-Zawaa’id (2/76), declaring it unauthentic due to the presence of an unreliable narrator in the chain, ’Abdullaah ibn ‘Eesaa al-Khazzaaz. However, Dr. Muhammad considers it authentic due to support from other narrations, as understood from his words here.

[7] Saheeh Muslim #602

The Permissible Types of Backbiting

by Imaam an-Nawawee

Imaam an-Nawawee rahimahullaah says in his book 'Riyaadus-Saalihen'

256 – Chapter: What is Permissible From [the types] of Backbiting

Know that backbiting is permissible if it is due to a valid reason approved by the Islamic legislation, and it is not able to be attained [i.e. the valid reason] except by way of backbiting.

[translators note: Meaning: That a person has no other choice but to backbite in each of the following cases].

And that is in six cases:

(1) Complaining about oppression.

So it is permissible for an oppressed person to complain to the ruler, and the judge, and other than them – from those that have authority, or ability -, to aid him against his oppressor. So he says: "So-and-so oppressed me with such and such."

(2) Seeking somebody's help in changing an evil, and correcting sinful affairs by changing them into that which is legislated and good.

So he says to a person who can help him in that: "So-and-so does such-and-such; so prevent him from that." And the like of that. And one's intent in this case should be to reach the goal of removing the evil – and if he intends other than that, then it is forbidden to do so.

(3) When seeking a verdict.

So a person says to the scholar: "My father, or my brother, or my partner, or so-and-so oppressed me; is that [oppression] permissible for him to do? And what can I do to end such, and regain my rights, and prevent any [further] oppression?" And the like of these questions. So this is permissible if there is a need – however that which is safer and better is that a person says: "What do you say regarding a man, or a person, or a partner, that does such-and-such?" Because that way the goal is attained without specifying who it is. Even still, it is permissible to specify; as we will make further mention of in the narration of Hind inshaaAllaah.

(4) Warning the Muslims from evil, and advising them.

And that is of various different types:

From them: Criticizing those who have been criticized from the narrators (in the chains of narration) and witnesses (in a court of law). And that is permissible according to the consensus of the Muslims. Rather it is obligatory if there is a need to do so.

And from them: Seeking advice when looking to get married to a person, or having shares with him (in a business etc), or when

entrusting somebody with something (such as money, gold etc), or when dealing with someone, or other than that, or when looking to move in to a residence –a person asking regarding his prospective neighbors. And it is obligatory upon the one being asked that he does not hide anything regarding that person's situation. Rather he mentions the negative points, with the intention of advising the questioner.

And from them: If he sees a person of knowledge and understanding of the religion who frequents an innovator, or an open sinner – and takes knowledge from them – and it is feared that the person of knowledge & understanding will be negatively affected. [In such a case] it is upon him to advise him by making clear [that person's] situation; with the condition that his intention is to advise. And this is from the things that people fall into error regarding, so it may be the case that that which leads a person to do such [backbiting] is envy and animosity, and the devil disguises that to him, and makes him think that it is advice. So [a person should] take note and be shrewd regarding this.

And from them: That a person has a position of authority but he does not carry out that which is obligatory upon him; such as if he is inappropriate for that position (unqualified), or he transgresses the bounds of his authority (i.e. he takes advantage of his position of power), or he is negligent, and the like of that. In this case it is obligatory to inform the ruler so that he is removed from that position, and someone who is suitable is appointed in his place. Or he [the ruler] knows of his situation so that he can be dealt with accordingly, and so he [the ruler] is not deceived by him. Rather he [the ruler] strives to admonish him, and encourage him with being upright, or he changes him [for someone else that is suitable].

(5) That a person is open with regards to his sin, or his innovation.

Such as the one who openly drinks wine, or steals other people's things, or takes taxes [from people's wealth] oppressively, or he takes charge of affairs of falsehood (such as innovations etc) – in [the like] of these cases it is permissible to mention about him that which he does openly, and it is forbidden to mention other than that from [his] faults – except if there is another [valid] reason to mention them [from the other five points].

(6) For the sake of identification.

So if a person was well- known by a 'nickname' such as 'al-A`mash' (the one who has severely impaired vision), or by 'al-A`raj' (the one who walks with a limp), or by 'al-Asamm' (the one who is deaf), or by 'al-A`maa' (the one who is blind), or by 'al-Ahwal' (the one who is cross-eyed); and other than that [from the nicknames] then it is permissible to identify them with that. However it is forbidden to call a person with such nicknames if the intent is to lower them. And if it is possible to identify them with other than that, that is better and foremost.

So these aforementioned six reasons the scholars have mentioned; most of them are agreed upon [between the scholars]. And the proof for them are the famous narrations.

[Translated by : Sa'd ibn Dawood Burbank]

Biography of Shaykh Muḥammad Taqī adDīn al-Hilālī al-Maghribī

Translated by Abūl-Layth Qāsim
Masjid Daar us Sunnah

His Name and Lineage: He is the prominent scholar of ḥadīth, famous linguist, distinguished writer, prodigious poet and the well-travelled man from al-Maghrib the salafī Shaykh Dr. Muḥammad at-Taqī better known as Muḥammad Taqī ad-Dīn who is also known by the moniker Abū Shakīb [the father of Shakīb] since he named his firstborn child after his friend the prince Shakīb Arsalān. So he is the son of ʿAbdul-Qādir ibn aṭ- Ṭayyib ibn Aḥmad ibn ʿAbdul-Qādir ibn Muḥammad ibn ʿAbdun-Nūr ibn ʿAbdulQādir ibn Hilāl ibn Muḥammad ibn Hilāl ibn Idrīs ibn Ghālib ibn Muḥammad alMakkī ibn Ismāʿīl ibn Aḥmad ibn Muḥammad ibn Abū al-Qāsim ibn ʿAlī ibn ʿAbdul-Qawī ibn ʿAbdur-Raḥmān ibn Idrīs ibn Ismāʿīl ibn Sulaymān ibn Mūsá alKāẓim ibn Jaʿfar aṣ-Ṣādiq ibn Muḥammad al-Bāqir ibn ʿAlī Zayn al-ʿĀbidayn ibn Hal-Ḥusayn ibn ʿAlī and Fāṭimah the daughter of the Prophet ﷺ . And this lineage was confirmed by Sulṭān al-Ḥasan the first when he visited Sijilmasa (in Morocco) in the year 1311H [which corresponds with 1893 of the Christian calendar].

The Shaykh was born in the year 1311H [1893CE] in a village called al-Farkh which is also referred to as al-Fayḍah al-Qadīmah which is located just a few miles away from Rissani which is from the desert cities of Sijilmasa in what is known today as Tafilalet which is located in the south of the Kingdom of Morocco. And he grew up in a household of knowledge and understanding since his father and grandfather were from the jurists of that region.

His Journeys in Pursuit of Knowledge and in Service of the Call to Islam: He recited the Qurʾān upon his father and memorized it when he was twelve years old. Then he perfected its recitation with the Shaykh and reciter of the Qurʾān Aḥmad ibn Ṣāliḥ. Then he studied extensively with Shaykh Muḥammad Sayyidī ibn Ḥabīb Allāh at-Tandaghī ash-Shinqīṭī and began his studies with him with the memorization of [the Mālikī text on Islamic jurisprudence called] ‘Mukhtaṣir Khalīl’. And he also read upon him in the sciences of Arabic language and Mālikī jurisprudence until the Shaykh began to allow him to teach for him in his absence. After the death of his teacher, he focused upon the pursuit of knowledge from the scholars of Oujda and Fez at the time until he attained a degree from the University of al-Qarawiyyīn [in Fez, Morocco].

Then he travelled to Cairo to pursue the Sunnah of the purified Prophet ﷺ and there he met with some of the scholars from the likes of Shaykh ʿAbduẓ-Ẓāhir Abū as-Samḥ and Shaykh Rashīd Riḍā and Shaykh Muḥammad ar-Ramālī as well as other than them. He similarly attended the lessons of the higher studies department at al-Azhar University and he remained in Egypt one year calling to the creed of the salaf and battling polytheism and heresy.

Then after performing the Ḥajj, he travelled to India in order to satisfy his desire for the science of ḥadīth and there he met with the prominent scholars there and he benefited them just as they benefitted him. And from the most prominent of the scholars who he met there was the prodigious ḥadīth scholar Shaykh ʿAbdur-Raḥmān ibn ʿAbdur-Raḥīm alMubārakfūrī the author of 'Tuḥfah al-Aḥwadhī bi Sharḥ Jāmiʿ at-Tirmidhī'. He took knowledge of ḥadīth from him and received an ijāzah from him and a commendation in the form of a poem in which calls for students of knowledge to adhere to the ḥadīth and benefit from the previously mentioned explanation. This poem has been published in the fourth volume of the Indian print [of 'Tuḥfah alAḥwadhī bi Sharḥ Jāmiʿ at-Tirmidhī']. He also stayed with Shaykh Muḥammad ibn Ḥusayn ibn Muḥsin al-Ḥudaydī al-Anṣārī al-Yamānī who settled in India at that time and he read upon him portions of the six books and he received an ijāzah from him as well.

And from India he travelled to az-Zubayr (al-Baṣrah) in Iraq where he met the discerning salafī Mauritanian scholar Shaykh Muḥammad al-Amīn ash-Shinqīṭī the founder of an-Najāh foundation private school in az-Zubayr who should not be confused with the distinguished scholar and explainer of the Qurʾān who wrote 'Aḍwāʾ al-Bayyān'. He benefitted from the knowledge of the Shaykh and remained in Iraq for approximately three years before travelling to Saudi Arabia after passing through Egypt where the respected Shaykh Muḥammad Rashīd Riḍā gave him a letter of introduction and recommendation to be presented to the King ʿAbdul-ʿAzīz Āl Saʿūd in which he wrote:
"Certainly, Muḥammad Taqī ad-Dīn al-Hilālī al-Maghrabī is from the most superior of those to visit you from the scholars of the various lands so I would hope that you benefit from his knowledge."

Then he remained a guest of King ʿAbdul-ʿAzīz for a few months until he was appointed as the supervisor of lessons in the Prophetic Mosque in Medinah where he remained for two years.

Then he transferred to the Grand Mosque and the Saudi Educational Institute in Mecca where he stayed for a year. After this, he received letters from Indonesia and India requesting for him to teach in their respective educational Institutions. The Shaykh decided that it was best to accept the invitation of Sulaymān an-Nadawī in hopes that he would also be able to pursue further University education in India. He became the head of the professors of Arabic literature in the College Nadwah al-ʿUlamāʾ in the city of Lucknow, India where he remained for three years studying the English language but he was unable to pursue further University studies there. And he published the magazine 'aḍ-Ḍayāʾ' at the suggestion of Sulaymān an-Nadawī with the assistance of his student Masʿūd ʿĀlim an-Nadawī. Then he returned to az-Zubayr (al-Baṣrah) where he remained for three years as a teacher in an-Najāh private school which was previously mentioned.

After that, he travelled to Geneva, Switzerland where he stayed with his friend 'Amīr al-Bayyān' [literally the prince of eloquence] Shakīb Arsalān. At the time he wanted to study in one of the British Universities but was unable to do so. So 'the prince' Shakīb wrote a letter to one of his friends in the German Ministry of Foreign Affairs in which he said:

"There is a young Moroccan literary figure the likes of which has never entered into Germany before and who desires to study one of the Universities. So perhaps you might be able to find a place for him to teach Arabic literature with a wage that would enable him to also study."

And the response to this inquiry quickly came in the form of acceptance such that Shaykh al-Hilālī travelled to Germany and was appointed as a lecturer in the University of Bonn. There he also embarked upon learning German and acquired a certificate in the language after one year. Then he enrolled in the University while he remained a lecturer and it would be during this time that he translated much to and from the German language. And after three years at the University of Bonn, he transferred to Humboldt University of Berlin as a student, lecturer and supervisor of the Arabic radio station. In the year 1940 he presented his doctoral thesis in which he addressed many of the claims of the orientalists like: Martin Hartmann and Carl Brockelmann and the topic of his doctoral thesis was 'The translation of the introduction to the book al-Jamāhir fī Maʿrifah al-Jawāhir accompanied by commentary of it.' And the academic committee was comprised of a panel of ten scholars who unanimously approved granting him a doctorate degree in Arabic literature. And during the second world war, the Shaykh travelled to Morocco and in 1947 he travelled to Iraq and began teaching in Queen ʿĀliyyah women's college in Baghdad until the military coup occurred in Iraq at which time he left for Morocco in the year 1959.

And during his stay in Morocco, his ancestral home, he began to call to the monotheistic worship of Allāh (tawḥīd) and forsaking polytheism and following the methodology of the best generations. And during this year (1959) he was appointed as a professor at Muḥammad V University in Rabat and then he taught at the branch of the same University in Fez. And in the year 1968, he received an invitation from his eminence Shaykh ʿAbdul-ʿAzīz ibn Bāz the President of the Islamic University of Medinah at the time, to work as a professor at the University and that he would be commissioned as such from Morocco. So Shaykh al-Hilālī accepted the offer and continued to work in that position until 1974 at which time he left the University and returned to Meknes in Morocco in order to free himself for the duty of calling to Allāh. So he continued to give lessons in the Mosques and traveled to the various regions of Morocco to spread the call of the righteous salaf. And he also was from the regular contributors to the magazine 'al-Fatḥ' by Muḥib ad-Dīn al-Khaṭīb and the magazine 'al-Manār' by Muḥammad Rashīd Riḍā and May Allāh have mercy upon all of them.

His Teachers and Written Works:

From his teachers were the following:

- Shaykh Muḥammad Sayyidī ibn Ḥabīb Allāh ash-Shinqīṭī
- Shaykh ʿAbdur-Raḥmān ibn ʿAbdur-Raḥīm al-Mubārakfūrī
- Shaykh Muḥammad al-ʿArabī al-ʿAlawī
- Shaykh al-Fāṭimī ash-Sharādī
- Shaykh Aḥmad Sakīraj
- Shaykh Muḥammad ibn Ḥusayn ibn Muḥsin al-Ḥudaydī al-Anṣārī alYamānī

- Shaykh Muḥammad al-Amīn ash-Shinqīṭī (not the distinguished explainer of the Qurʾān who wrote 'Aḍwāʾ al-Bayyān')
- Shaykh Muḥammad Rashīd Riḍā
- Shaykh Muḥammad ibn Ibrāhīm
- Some of the scholars of the University of al-Qarawiyyīn and al- Azhar.

There are numerous written works attributed to Shaykh Muḥammad Taqī ad-Dīn alHilālī and listing them is no easy matter because they were written in different time periods and while in different lands but from among them are the following:

- 'Az-Zand al-Wārī wa al-Badr as-Sārī fī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī' only the first volume. 'Al-Ilhām wa al-Inʿām fī Tafsīr al-Anʿām'
- 'Mukhtaṣir Hadī al-Khalīl fī al-ʿAqāʾid wa ʿIbādah al-Jalīl'
- 'Al-Hadiyyah al-Hādiyah li aṭ-Ṭāʾifah at-Tijāniyyah'
- 'Al-Qāḍī al-ʿAdl fī Ḥukm al-Bināʾ ʿalá al-Qubūr'
- 'Al-ʿIlm al-Maʾthūr wa al-ʿIlm al-Mashhūr wa al-Liwāʾ al-Manshūr fī Bidaʿ al-Qubūr'
- 'Āl al-Bayt mā lahum wa mā ʿalayhim'
- 'Ḥāshiyah ʿalá Kitāb at-Tawīd li Shaykh al-Islām Muḥammad ibn ʿAbdulWahhāb'
- 'Ḥāshiyah ʿalá Kashf ash-Shubuhāt li Muḥammad ibn ʿAbdul-Wahhāb'
- 'Al-Ḥusām al-Māḥiq likulli Mushrik wa Munāfiq'
- 'Dawāʾ ash-Shākkīn wa Qāmiʿ al-Mushakikīn fī ar-Radd ʿalá al-Mulḥidīn'
- 'Al-Barāhīn al-Injlīliyyah ʿalá anna ʿĪsá Dākhil fī al-ʿUbūdiyyah wa Barīʾ min al-Ulūhiyyah'
- 'Fakkāk al-Asīr al-ʿĀnī al-Makbūl bi al-Kabl at-Tijānī'
- 'Faḍl al-Kabīr al-Mutaʿālī' which is a compilation of poetry.
- 'Asmāʾ Allāh al-Ḥusná' (a poem)
- 'Aṣ-Ṣubḥ as-Sāfir fī Ḥukm Ṣalāh al-Musāfir'
- 'Al-ʿUqūd ad-Duriyyah fī Manʿ Taḥdīd adh-Dhuriyyah'
- 'Ath-Thiqāfah allatī Naḥtāj ilayhā' (an article)
- 'Taʿlīm al-Ināth wa Tarbiyyatihinna' (an article)
- 'Mā Waqaʿ fī al-Qurʾān bi Ghayri Lughah al-ʿArab' (an article)
- 'Akhlāq ash-Shabbāb al-Muslim' (an article)
- 'Min Waḥī al-Andalus' (a poem)

His Death: On Monday the twenty fifth of Shawwāl 1407H which corresponds with the 22nd of June in 1987 the Muslim world was hit with a tragedy and endured a calamity which is difficult to describe with the pen. This calamity was the death of Shaykh Muḥammad Taqī ad-Dīn al-Hilālī which occurred in his home in the city of Casablanca in Morocco. It became known that his funeral rites attracted a very large number of people staring with the scholars, educated people and politicians.

And certainly, the Messenger of Allāh said **"Allāh does not take away knowledge by removing it directly from the servants, but instead he removes knowledge through the removal of the scholars until it is such that no scholar remains and the people will take ignorant people as their leaders and so they will be questioned and they will offer their verdict without knowledge and thus they will themselves stray and they will lead others astray." [al-Bukhārī].**

So we ask Allāh the Ever Generous to show His expansive mercy to the Shaykh and enter him into the most spacious section of His Paradise.

And this was the end of Shaykh Muḥammad Taqī ad-Dīn al-Hilālī:
We have been informed by a man who was from those who were sitting with Shaykh Muḥammad Taqī ad-Dīn al-Hilālī and those who visited the Shaykh in his home and whose name is as-Sayyid ʿAbdu al-Ilāh ash-Sharqāwī ar-Rabāṭī (and he is presently living in Morocco) that the paternal cousin of the Shaykh who is wellknown in Morocco and is referred to as 'al-Hilālī' informed him of the following:

Shaykh Muḥammad Taqī ad-Dīn al-Hilālī during the last days of his life was sick and confined to his bed and he was unable to perform ablutions and thus performed waterless ritual purification (taymmum). It was his opinion that waterless ritual purification (taymmum) should not be performed with rock. Instead, pure earth should be used if there was a bag to be found in his home which could be filled with it for that reason. And if it were said to him, perform waterless ritual purification (taymmum) with rock he would say no, this was what was known by the Messenger of Allah ﷺ:[meaning waterless ritual purification (taymmum) with pure (earth. And that day, he said to the people of his household bring me a container of water. They said to him but you are unable to perform ablution so you should perform waterless ritual purification (taymmum) instead. But he was firm about performing ablution so they brought him a basin full of water. So he performed ablution and offered two units of prayer to Allāh and then laid back into bed and said to those in his household which of you is good in your recitation of the Qurʾān? So one of them recited Sūrah Yā Sīn over him and he was silent and attentive until the recitation was complete. The Shaykh said to the reciter repeat the recitation of the statement of Allāh the Exalted:

"Can man not see that We have certainly created him from a drop of fluid? Yet behold; he is an open enemy." [Sūrah Yāsīn 36:77]

So the reciter continued his recitation until he completed the statement of Allāh the Exalted:

"And he offers an example for Us, forgetting his own creation. He says: 'Who can give life to bones once they are dust?'" [Sūrah Yāsīn 36:78]

Then the Shaykh raised his index finger to the sky (as if to say Allāh is He who gives life to bones once they have become dust) and then his soul poured out of his body and so may Allāh show him immense mercy and grant us and you with a good end…Āmīn.

<u>What has been said about Him:</u> Shaykh Ibn Bāz said in his compilation of biographies (Tuḥfah al-Ikhwān bi Tarājim Baʿḍ al-Aʿyān page 69-71.) which he compiled after the news of the passing of Shaykh al-Hilālī reached him; he wrote:
"The Shaykh and prodigious scholar Dr. Muḥammad Taqī ad-Dīn ibn ʿAbdul-Qādir al-Hilālī al-Ḥasanī passed away in Casablanca at sunset on Tuesday night the 27th of Shawwāl in 1407H . So may Allāh show him extensive

mercy and increase him in rank amongst those who are guided and multiply his good deeds and expiate for him his evil deeds. His birth occurred in Muḥarram of the year 1311H . He informed me of that himself. And with that he most certainly lived ninety seven years except for two months and a few days. He was truly a superior scholar and someone who exerted himself in order to call to Allāh the Glorified wherever he was. And he certainly journeyed to many lands and established the call to Allāh the Glorified in Europe for some time as well as India and the Arabian Peninsula. He taught at the Islamic University of Medinah and has many written works like 'AlHadiyyah al-Hādiyah li aṭ-Ṭā'ifah at-Tijāniyyah' and in the first part of his life he was from the Tijānī sect, but then Allāh freed him of them and then he refuted them and exposed their ways. And from the last of his works was 'Sabīl arRashād'. And certainly, he left behind two sons and two or three daughters –may Allāh grant them success and rectify their situation and make their hardship easier-. And a very large collection of people prayed over him and he was buried in the graveyard of Casablanca and may Allāh unite us with him in His everlasting and wonderful abode and may Allāh leave a successor after him that is best for the Muslims; certainly He is the Bestower of goodness and Ever Generous."

[Translator's note: The term Tijāniyyah is defined by the Brill Encyclopaedia as: "...a Ṣūfī ṭarīḳa which was founded by Aḥmad al-Tidjānī [q.v.] in the oasis of Abī Samghūn in Algeria in 1196/1781-2. Aḥmad al-Tidjānī settled in Fas in 1789, where he developed a local following and initiated into his ṭarīḳa Muslims from other parts of the Maghrib and West Africa, through whom it spread in these regions." [The Brill Encyclopaedia of Islam volume 10 page 464]

....

Attending the congregation in the Masjid:

Ibn `Abbaas رضي الله عنهما said:

"It is disliked that one gets up for prayer in a lazy state. Rather, he should get up for it with a cheerful face, highly spirited, and extremely delighted, because he is going to converse with Allaah تعالى . And Allaah تعالى will be in front of him, forgiving him, and answering his prayers when he supplicates to Him."

Thereafter, Ibn `Abbaas recited this verse:

﴿وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ﴾

{And when they (i.e. the hypocrites) stand up for Salaah, they stand with laziness} [Surah al-Nisaa (4): 142]

....

[Tafseer Ibn Katheer (2/438)]

فارغین وفارغات مدارس وجامعات کیلئے ایک عظیم خوشخبری

برائے یک سالہ دعوۃ ٹریننگ وتربیتی کورس:

زیر نگرانی: فضیلۃ الشیخ / سید معراج ربانی اثری مدنی حفظہ اللہ

ادارہ "**مرکزالحجاز الاسلامی للدعوۃ والتعلیم۔بنگلور۔ انڈیا**" کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت ہورہی ہے کہ اس کے زیر سرپرستی "**المعہد العالی لاعداد الدعاۃ والداعیات بنگلور۔انڈیا۔**" کا قیام عمل میں آچکا ہے اور بحمد اللہ اس کا افتتاح بھی بموقع "صدائے حجاز کانفرنس بنگلور" منعقدہ بتاریخ ۱۸/۱/۲۰۱۵ بروز اتوار بدست ڈاکٹر وصی اللہ عباس حفظہ اللہ مفتی حرم مکہ مکرمہ ودیگر مشائخ سعودیہ عربیہ وعلماء اہل حدیث ہند کی موجودگی میں ہوگیا ہے۔ جس میں مدارس عربیہ کے فارغین وفارغات طلباء وعلماء کو اعلیٰ وبہترین دعوتی تربیت دینے کے لئے یک سالہ "دعوۃ ٹریننگ وتربیتی کورس" انگلش بول چال، سنسکرت، کمپیوٹر اور دیگر مختلف فنون ومہارات کے ورکشاپس اور میدانی دعوتی ٹریننگ کے لئے علمی رحلات (ٹورز) کا اہتمام کیا گیا ہے، جسے ملک وبیرون ملک کے قابل وماہرین علماء ومشائخ اور دانشوران قوم وملت کی خدمات اور ان کی نگرانی وسرپرستی حاصل ہے الحمدللہ۔

"**المعہد العالی لاعداد الدعاۃ والداعیات بنگلور۔انڈیا۔**" کا بنیادی مقصد قوم وملت کو بہترین، باصلاحت، قابل ومعتمد اور مخلص وموحد، متبع سنت اور منہج سلف کو حرز جاں سمجھنے والے باغیرت اہلحدیث دعاۃ ومبلغین، خطباء ومقررین، صاحب استعداد اساتذہ ومدرسین، اور ائمہ وقائدین فراہم کرنا ہے، ساتھ ہی ساتھ سلفی صحافی ومبصرین اور محققین وناقدین پیدا کرنا ہے، ان شاء اللہ۔

اس لئے وہ حضرات وخواتین جو متشوق وباصلاحیت، دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کی فکروشوق اور دلچسپی رکھنے والے، متواضع اور حسن اخلاق کے مالک ہوں براہ کرم فورا رابطہ کریں اور داخلہ فارم حاصل کرنے کے لئے ٹویٹر (Twitter) پر لوگ آن کریں https://twitter.com/S_M_Rabbani

اطلاعا عرض ہے کہ ادارہ پورے ہندوستان سے صرف بیس فارغ التحصیل طلباء کی کفالت کا متحمل ہے۔

طلباء کی خدمات:

(۱) خوردونوش (ناشتہ۔ لنچ۔ ڈنر)

(۲) رہائش کا مکمل انتظام وانصرام۔

(۳) ہر طالبعلم کو تین ہزار روپے ماہانہ بطور وظیفہ۔

(۴) ایک سالہ ٹریننگ لینے کے بعد دعوتی میدان میں کام کرنے والوں کو مرکز کیطرف سے ماہانہ دس ہزار روپے سے تنخواہ کا آغاز۔

رابطہ کریں: ایس. ایس. اے انجم آفس سیکریٹری

مرکز الحجاز موبائل نمبر: 00919779849668 0

E-mail : Alhijazic@gmail.com

داخلہ فارم کیلئے اس بارکوڈ کو اسکین کریں

مركز الحجاز الإسلامي للدعوة والتعليم بنغالور الهند

Al-Hijaz Islamic Center For Da'wah & Education

المعهد العالي لإعداد الدعاة والداعيات بنغالور الهند

The higher Institute For The Dua'at

Regd. no:

RNI no:

vol: 3, Issue: 4-5 | April-May 2015

M NO, 1st Street No 7. Charminar Masjid Road, Shivajinagar,
Bangalore-560051. Tel: 08042047467 | Mob: 09845842811.

- اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کی مشیئت سے بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلانا۔اورامر بالمعروف والنہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کو اداکرنے کی روح کو بیدار کرنا۔
- لوگوں کو اتباع قرآن وسنت کی طرف مخلصانہ دعوت دینااورانہیں شرک وبدعت کی آلودگیوں سے بچنے کی تلقین کرنااور توحیدوسنت کی روشن شاہراہ پر گامزن کرنااور قرآن وسنت کادفاع کرنا۔
- فہمِ کتاب وسنت میں سلَفِ صالحین کے منہج وطریقے کواختیار کرنے کی دعوت دینا۔
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت کرنااوران کے پیغام کوعام کرنا۔
- عصری اسلوب میں علمی، تحقیقی، معلوماتی مقالے ومضامین انتہائی شائستہ زبان میں نشرکرنا۔
- عنادوتعصب جو قوم وملت کیلئے زہرہیں ان سے بالاترہوکروطن عزیزمیں امن وشانتی،رواداری اوربھائی وچارگی کی فضاء پیدا کرنے کی جدوجہد کرنا۔
- فروغِ ادبِ اردو اوراسکی بقاوتحفظ کیلئے کوشش کرنا،اوراسکے ذریعہ دین ووطن کی خدمت کرنا۔
- قرآن واحادیث کے ذریعہ امت مسلمہ میں اتحادواتفاق کی روح بیدار کرنا۔
- جماعت وجمعیت کی کاز کو بہتراز بہتربنانے ،اس کے دعوتی واشاعتی پروگراموں کوبروئے کارلانے اورجماعت کی دینی ،تعلیمی ،فلاحی ،سماجی اوردیگر نفع بخش اموردمیں تعاون کرنا۔

COUNTACT US : Monthlyalhijaz@gmail.com

To :